امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- مولانا عبدالحنان قاسمی
- تبصرہ کتاب (عکس تہذیب)
- دفعہ ۳۷۰؛ کشمیر کا فائدہ یا نقصان
- اقلیتی تعلیمی اداروں کے مسائل
- ایران کے خلاف امریکہ کی محاذ آرائی
- مغربی تہذیب کا خوفناک اور سفاک چہرہ
- اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، طب وصحت

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹/اگست ۲۰۱۹ء روز سوموار

عظمت وعزیمت کی راہ کے مسافر خطرات سے نہیں گھبراتے

تبرکات

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ

انسان کا تین زمانوں سے تعلق ہوتا ہے، ماضی، حال اور مستقبل۔ گذرا ہوا زمانہ ماضی کہلاتا ہے، عہد ماضی کے واقعات میں بڑی عبرتیں ہوتی ہیں، انسان چاہے تو ان واقعات سے پورے طور پر سبق لے سکتا ہے، اور اپنے حال و مستقبل کو روشن بنا سکتا ہے، اسی لئے زندہ قومیں اپنے گذشتہ واقعات کو بڑے اہتمام سے محفوظ کرتی ہیں، اور ماضی کے واقعات اور ماضی کی شخصیتوں سے سبق لیتی ہیں۔

عہد ماضی کی شخصیت جس قدر اہم ہوتی ہے انسانی دماغوں پر اس کا اتنا ہی زیادہ اثر ہوتا ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات جتنے زیادہ اور جتنے مشہور ہیں دنیا کی کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت کے واقعات اتنے زیادہ مشہور نہیں ہوئے۔ یہ واقعہ ہے کہ کائنات عالم میں سب سے زیادہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا، سنا اور لکھا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وفات تک، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا تینوں دور کے تمام چھوٹے بڑے واقعات سورج کی روشنی سے بڑھ کر دنیا والوں کے سامنے روشن ہیں۔ امیر وغریب، حاکم ومحکوم، تاجر وملازم غرض کہ ہر طرح کے انسانوں کو اپنی اپنی سیرت بنانے کے لئے سرکار کی سیرت میں بہترین نمونہ ملے گا، انسان بننا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح وسیرت کو سامنے رکھے بغیر ناممکن ہے۔ آپ کا سب سے بڑا مشن یہ تھا کہ خالق ومخلوق کا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے جڑ جائے، اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر انسان انسان بن کر رہے، نہ خدا بن بیٹھے اور نہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا بنائے، یہ دونوں باتیں گھناؤنی ہیں، پہلی صورت میں انسان مقام انسانیت سے اوپر چڑھ جائے گا، اور دوسری صورت میں اپنے مقام سے نیچے گر جائے گا، اور دونوں صورتوں میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔

نبوت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دو حصوں میں بٹ جاتی ہے، مکی زندگی و مدنی زندگی، دونوں زندگیوں کا نقشہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔ مکی زندگی مجبوری، بے کسی اور مظلومیت کا دور ہے، مجبوری ومظلومی کے اس تیرہ سالہ دور میں کوئی دن ایسا نہ ہوگا جس میں کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کو پریشان نہ کیا ہو اور وحشت وبربریت اور انسانیت سوز مظالم کی کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جسے کفار مکہ نے آپ پر اور غریب مسلمانوں پر نہ دہرائی ہو، خیال فرمایئے، خانہ کعبہ خدا کا گھر، اس کے صحن میں خدا کا رسول اپنے خدا کے سامنے سربسجود ہے۔ کفار مکہ اسی حالت میں آپ کی پشت پر اونٹ کی اوجھ اور دوسری بہت سی غلاظتیں ڈال دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کی پشت دب جاتی ہے۔ سجدہ سے سر اٹھانا دوبھر ہو جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ کو معلوم ہوتا ہے اور وہ آکر اپنے ابا جان کی پشت سے ان غلاظتوں کو ہٹاتی ہیں، تب ابا جان سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں۔

آپ نے طائف کا مشہور واقعہ سنا ہوگا۔ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ پوری زندگی میں طائف سے زیادہ سخت دن مجھ پر کبھی نہیں آیا، طائف میں جو کچھ آپ کے ساتھ ہوا اس کے ذکر سے انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ دل ودماغ دہل جاتے ہیں آپ مکہ والوں سے دل برداشتہ ہو کر ان امیدوں کے ساتھ طائف تشریف لائے کہ طائف کے امراء اور رؤسا عرب کے رئیسوں میں ممتاز اور سمجھ دار مانے جاتے ہیں۔ اگر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو اس کا بڑا خوشگوار اثر آس پاس کے لوگوں پر پڑے گا۔ لیکن ہوا کیا کہ اسلام کا پیغام سن کر پہلے تو طائف کے امیروں اور رئیسوں نے مذاق اڑایا، پھر شہر کے تمام بچوں اور لفنگوں نے دامن اقدس تار تار کر دیا، آپ پر پتھراؤ کیا۔ جب آپ کا بدن مبارک لہولہان ہو گیا، چلنے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ گئے۔ ان ظالموں نے اس پر بھی نہ بخشا، بدمعاشوں نے آکر دونوں مونڈھے پکڑے، آپ کو اٹھا دیا، جب آپ چلنے لگے، پیچھے سے پھر انہوں نے پتھراؤ شروع کر دیا، سنگدلی کی انتہا ہو گئی، جسم اطہر زخموں سے چور چور ہو گیا، دونوں جوتے خون سے بھر گئے، مگر ان کی شقاوت قلبی میں کچھ فرق نہ آیا، یہاں تک کہ رحمۃ للعالمین کو ایک باغ میں پناہ لینا پڑی، یہ مجبوری ومظلومی کا دور ہے، جس میں نمازیں چھپ چھپ کر پڑھی جاتی تھیں، یہی وہ زمانہ ہے جس میں صبح ہوتی تھی تو شام تک زندگی کا ٹھکانا نہیں ہوتا تھا اور شام ہوتی تھی تو یہ یقین نہیں ہوتا کہ صبح تک زندہ وسلامت رہ سکیں گے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دو بڑی قیمتی باتیں موجود ہیں، میرا مقصد اس وقت انہیں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ہے، پہلی بات یہ ہے کہ آپ نے تمام مظالم برداشت کئے، ایسے ایسے مظالم جو اس سے پہلے شاید کسی نے سنے بھی نہ ہوں گے۔ آپ کو مکہ سے جلاوطن کیا گیا۔ آپ نے تین سال ایک گھاٹی میں زندگی گزاری، اس گھاٹی میں زندگی گزارنے کے ضروری سامان سے آپ کو محروم رکھنے کی پوری کوشش کی گئی، مگر سختیاں پائے استقامت کو ہلا نہ سکیں، بڑی بڑی لالچیں دی گئیں، لیکن خدا کا کلمہ بلند کرنے والا یہ کس طرح گوارا کرتا کہ اس طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے، دھمکیاں دی گئیں، قتل کے ارادے بھی کئے گئے، مگر عظمت وعزیمت کی راہ کا مسافران خطرات سے کہاں گھبراتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں زندگی تنگ کر دی گئی۔ سب کچھ ہوا لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرامؓ نے اپنے دینی مشن کو بند کرنا تو کیا معنی کبھی دھیما بھی نہ کیا، اس سے ہمیں سبق ملا کہ جب کبھی اور جہاں کہیں بھی ایمان واسلام کی بنا پر ہم پر ظلم وشدائد کے پہاڑ توڑے جائیں اور باطل کے قہر وغضب کے بادل سے ہم پر آگ وخون کی بارش برسنے لگے، تو اس وقت گھبرانا نہیں چاہئے، اس حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کو سامنے رکھنا چاہئے، جو اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اپنے ایمان واسلام پر اور مضبوطی کے ساتھ جم جانا چاہئے اور اس پر یقین رکھنا چاہئے کہ غم کے سیاہ بادل ہمیشہ نہیں رہتے۔ قہر وغضب کی یہ بدلی بھی جس سے اللہ کے بندوں پر آگ وخون کی بارش ہو رہی ہے، آج نہیں تو کل ضرور چھٹے گی۔ پھر ایمان واسلام کی سنہری کرنیں سورج کی کرن کے مانند فضائے عالم پر چھا جائیں گی۔ بڑے شرم کی بات ہوگی کہ نام لیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا، ان کے نام کی مٹھائی کھائیں۔ لیکن جب ظلم کا مقابلہ ہو تو ظلم وستم سے گھبرا کر اسلام ہی کو خیرباد کہنے کا ارادہ کرنے لگیں۔

مکی زندگی کی دوسری بات یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بے پناہ تکلیفیں جھیلیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور غلامان محمد نے نہ تو کبھی ان مصائب پر آنسو بہائے اور نہ ان مظالم کی شکایت کا کوئی میمورنڈم سرداران مکہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ اور نہ کبھی ان مظالم کا بدلہ لینا چاہا، اگر بدلہ لینا چاہتے تو فتح مکہ کے روز جس وقت کہ قریش مکہ مجرمانہ انداز میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے، صحن حرم میں کھڑے ہوئے تھے، ایک ایک کو موت کی نیند سلا دیا جاتا۔ لیکن نہ یہ کہ صرف ایسا نہیں کیا گیا بلکہ شہنشاہ مدینہؐ نے ان مجرمین کو لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (آج تم پر کوئی دار وگیر نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو) کا مژدۂ جانفزا سنا کر رہا کر دیا۔

مکی زندگی سے ہمیں دوسرا سبق یہ ملا کہ جب کبھی باطل کے ہاتھوں ہم پر مصائب نازل ہوں تو ان مصائب پر نہ آنسو بہائیں اور نہ ان کا شکوہ شکایت لے کر خداوندان اقتدار کے دربار کی جی حضوری اور قدم بوسی کرتے پھریں، بلکہ پورے الحاح وزاری کے ساتھ اپنے دکھ درد کو اپنے خدا کے حضور رکھ دیں۔ ہمارا خداوند عالم فیصلہ کرے گا، اس کے یہاں دیر ہو سکتی ہے اندھیر نہیں۔ اس دنیا میں کہاں، کب، کیا اور کون، کس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ وہ ظالموں کو مزا چکھائے گا۔ (ماخوذ از خطبات امیر شریعت)

جمہوریت کی روح

”مسئلہ صرف ملک کی ترقی، ملکی وقار کی بلندی، اقتصادی استحکام اور تعلیمی بلندی کا نہیں ہے، مسئلہ سب سے بڑا یہ ہے کہ دستور کی عظمت واحترام کو کس طرح برقرار رکھا جائے، جس نے پورے ملک کو باندھ رکھا ہے، دستور پر عمل درآمد کو کس طرح یقینی بنایا جائے، تاکہ انصاف دھونس کے سامنے سر نہ جھکائے... یاد رکھئے کہ دستور کی حاکمیت اور انصاف کی برتری جمہوریت کی روح ہے، آج اسی پر حملہ ہے اگر یہ حملہ کامیاب ہو گیا تو ہندوستان بکھر جائے گا اور ہندوستانی گھاٹے میں رہیں گے۔ (مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

”سترہویں لوک سبھا کے ہم سبھی ممبران یہ فیصلہ کریں کہ ہم تاریخ کے کس جانب کھڑا ہونا چاہتے ہیں، ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم سب ملک کے دستور کی حمایت میں کھڑا ہونا چاہتے ہیں، یا اپنے کندھوں پر اس کا جنازہ اٹھانا چاہتے ہیں، بی جے پی کو جو بڑی اکثریت ملی ہے اس سے کوئی اختلاف نہیں، لیکن مجھے حق حاصل ہے کہ میں آپ کے اس خیال سے اتفاق نہ رکھوں کہ ”نہ آپ سے پہلے کوئی تھا اور نہ آپ کے بعد کوئی ہوگا“ (محترمہ مہوا موئترا ایم پی کی پارلیامنٹ میں جرأتمندانہ خطاب)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

بیوی کے ساتھ حسن سلوک

اور اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح گذر بسر کرو، اگر وہ تم کو نہیں بھاتی ہیں تو ہوسکتا ہے کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ نے اسی میں بہت سی خوبیاں رکھی ہوں۔ (سورہ نساء ۱۹)

وضاحت:۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ رب العزت نے ازدواجی زندگی کو پر کیف اور خوشگوار بنائے رکھنے کے لئے ایک زریں نسخہ عطا فرمایا ہے کہ اگر تمہاری بیوی کی کوئی عادت تمہیں ناپسند ہو تو یہ سوچ کر اسے نبھانے کی کوشش کرو کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اسی میں خیر رکھا ہو، اسی مضمون کی ایک حدیث بھی ہے کہ کوئی مومن مرد اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر بیوی کی کوئی عادت اس کو ناپسند ہو، تو ہوسکتا ہے کہ دوسری خصلت اسے پسند آجائے۔ کیونکہ انسان بسا اوقات کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ وہ چیز خیر سے پر اور برکت سے لبریز ہوتی ہے، یقین مانئے کہ زوجیت کا رشتہ حقیر جذباتی رجحان سے بلند تر ہوتا ہے، اس لئے شوہر پر لازم ہے کہ وہ صبر وتحمل اور حلم وبردباری بلکہ کشادہ قلبی سے کام لے اور عورتوں کے نسوانی مزاج کا خیال رکھتے ہوئے مروت وشرافت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ اس کی فطرت ہے اگر آپ نے چشم پوشی سے کام لیا اور اس کی خامیوں کو نظر انداز کیا تو گھر امن وسکون کا گہوارہ ہوگا اور ازدواجی زندگی چین وسکون سے گذرے گی، میاں بیوی کا تعلق نہ تو جز وقتی ہوتا ہے اور نہ خالص اس کا مقصد خواہشات نفس کی تکمیل ہے بلکہ اس کے علاوہ دوسرے مقاصد بھی ہیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے ذہنی، فکری طور پر ہم آہنگ ہوں یا کم از کم ایک دوسرے کی رعایت ضرور کریں۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر طویل خطبہ دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! سنو، عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمارے پاس قیدیوں کی طرح ہے، تمہیں ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے کا کوئی حق نہیں، سوائے اس صورت کے جب ان کی طرف سے کھلی ہوئی نافرمانی سامنے آئے اگر وہ ایسا کریں تو پھر خواب گاہ میں ان سے علحدہ رہو، اور انہیں تنبیہ کرو، پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ سنو! تمہارے کچھ حقوق بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تمہارے اوپر ہیں، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ (ترمذی شریف) اس حدیث پاک میں اللہ کے رسولؐ نے زوجین کے حقوق اور ذمہ داریوں کی پوری وضاحت کردی ہے، اگر مسلمان ان خطوط ونقوش پر عمل پیرا ہوجائے تو دونوں کی زندگی کیف وسرور کے ساتھ گذرے گی اور کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہیں پہونچے گی۔

خیر وبرکت والا عمل

حضرت رافع بن مکیثؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن اخلاق خیر وبرکت میں اضافہ کرتا ہے، بد خلقی نحوست لاتی ہے، نیکیوں سے عمر میں برکت ہوتی ہے اور صدقہ وخیرات حالت نزاع کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

مطلب:۔ اسلام میں ہر قسم کے نیک کاموں کی غرض وغایت کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسانوں کو اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوجائے اور انسانوں کا دل ہر طریقے کے رزائل سے پاک ہوجائے، چنانچہ اس حدیث میں ایسے انسان کے اخلاقی محاسن کا تذکرہ کیا گیا جس سے انسان روحانی واخلاقی طریقے پر ترقی سے ہمکنار ہوتا ہے، یعنی جو لوگ اجتماعی زندگی میں بندوں کے حقوق وفرائض کو بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں اس کی زندگی میں خیر وبرکت ہوتی ہے، گویا یہ حقوق وفرائض اسلامی اخلاق کی پہلی قسم ہے، جس سے انسان کے ذاتی چال چلن اور کردار کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو ہر طرح کے خیر وبرکت سے نوازتا ہے اور بسا اوقات اپنی خوش کلامی اور شیریں زبان سے عام لوگوں کی نگاہوں میں محبوب رہتا ہے، اس کے بالمقابل جو بد خلقی سے پیش آتا ہے، منہ پھیر کر باتیں کرتا ہے ایسے لوگوں سے دوسرے لوگ بھی دور بھاگتے ہیں اور سماج میں بھی اس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی ہے، حدیث پاک میں تیسرا نفع بخش عمل یہ فرمایا گیا کہ عمل صالح سے اللہ تعالیٰ عمر میں برکت عطا فرماتے ہیں کیونکہ ہر شخص کی یہ تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اس لئے وہ درازی عمر کی دعا کرتا رہتا ہے، اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ عبادت وریاضت، ذکر وتلاوت کے عمل کے ساتھ خلق خدا کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کا معاملہ کرے، بے سہارا لوگوں کے لئے سہارا بنے، یتیموں اور بیواؤں کی حاجت روائی کرے، مصیبت زدہ لوگوں کی پریشانیاں دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کار خیر کے بدلہ آخرت میں اس کو اعزاز واکرام سے نوازیں گے اور دنیا میں اس کی عمر کو بڑھائیں گے، معلوم ہوا کہ عمل صالح مومن کی زندگی کا حاصل ہے اور اس کی پہچان ہے، یقین مانئے کہ عمل صالح کو اپنی زندگی کا اصول اور دستور بنانے والے لوگ ہی دراصل ملک اور سماج کے بہترین لوگ ہوتے ہیں، ان کو سماج کا عطر کہا جاسکتا ہے، جن لوگوں کی زندگی عمل صالح سے خالی ہوتی ہے وہ معاشرہ پر بوجھ ہوتے ہیں اور وہ عام لوگوں کی نظر التفاف سے محروم رہتے ہیں اور چوتھا یہ ہے صدقہ وخیرات سے جہاں مختلف طرح کی مصیبتیں اور بلائیں ٹلتی ہیں وہیں اللہ تعالیٰ صدقہ وخیرات کرنے والے کی موت کے وقت کی تکلیف کو دور فرمادیتے ہیں، جانکنی کا وقت بڑا دشوار گذار ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے کی برکت سے اس وقت کی پریشانی کو دور فرمادیتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

اپنے نام کے ساتھ حاجی یا الحاج کا ٹائٹل لگانا:

بہت سارے لوگ حج سے واپسی کے بعد اپنے نام کے ساتھ حاجی یا الحاج کا ٹائٹل جوڑتے ہیں، تعارف کے وقت ہو یا نام لکھنے کے وقت اپنے نام کے ساتھ حاجی ضرور بولتے ہیں، یا لکھتے ہیں، بعض دفعہ ان کے نام کے ساتھ اگر حاجی نہ لگایا جائے تو ان کو تکلیف بھی ہوتی ہے، شرعی اعتبار سے اس کی کیا حیثیت ہے؟

الجواب ———— و باللہ التوفیق

حج ایک اہم اور عظیم الشان عبادت ہے، جو ریا ونمود اور شہرت سے پاک خالص اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کیا جانا چاہیئے۔ حاجی کا لقب کوئی دنیاوی عہدہ اور منصب نہیں ہے، جس کو اپنے نام کا جزو اور ٹائٹل بنایا جائے، بلکہ اپنے نام کے ساتھ حاجی لگا کر لکھنا یا بولنا یہ ایسا عمل ہے، جس میں ریا ونمائش کا احساس ہوتا ہے، اگر واقعۃً حاجی کا لقب لگانے سے اپنے آپ کو حاجی باور کرانا اور ریا وشہرت مقصود ہو تو یہ بڑا خطرناک ہے، کیوں کہ ریا ونمائش اتنی قبیح چیز ہے، جس سے عمل اکارت اور ضائع ہوجاتا ہے، حدیث پاک میں اسکو شرک اصغر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص لوگوں کو سنانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا حال لوگوں کو سنائے گا (یعنی قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اس کے عیوب کے ساتھ ذلیل ورسوا کرے گا) نیز جو شخص لوگوں کو دکھلانے کے لیے کوئی عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ریا کاری کی سزا دے گا۔

مسند احمد کی روایت ہے: حضرت شداد بن اوس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے دکھلانے کے لیے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا، جس شخص نے دکھلانے کے لیے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا اور جس شخص نے دکھلانے کے لیے صدقہ وخیرات کیا، اس نے شرک کیا۔

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مسلمانو!) بہت زیادہ خوفناک چیز کہ جس سے تمہیں ڈراتا ہوں شرک اصغر (چھوٹے درجہ کا شرک) ہے۔ صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ریا'' (مسند احمد)

خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ عمل جس کو صدق واخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے نہ کیا جائے بلکہ ریا ونمود اور شہرت کے پیش نظر انجام دیا جائے وہ شرک خفی کے مرادف ہے۔ لہٰذا حاجی یا الحاج کا لقب وٹائٹل اپنے نام کے ساتھ جوڑنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، بزرگان دین، فقہاء ومحدثین عام طور پر حاجی ہوا کرتے تھے، لیکن انہوں نے اپنے نام کے ساتھ حاجی کا لقب نہیں لگایا، ہمیں بھی اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ فقط

حاجیوں سے ملاقات کے وقت نعرہ بازی اور گلے میں پھولوں کا ہار ڈالنا:

حاجی حضرات کے سفر حج سے واپسی پر جب خویش واقارب ملنے آتے ہیں، تو کچھ لوگ اپنے حاجی کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہیں اور نعرہ بازی کرتے ہیں، شرعاً یہ کیسا ہے، اور اسلامی طریقہ کیا ہے۔

الجواب ———— و باللہ التوفیق

حاجیوں سے ملاقات کا طریقہ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، یہ ہے کہ جب تم حاجی سے ملاقات کرو تو ان کو سلام کرو، ان سے مصافحہ کرو اور ان سے اپنے لیے بخشش کی دعاء کرنے کو کہو، اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوں، کیوں کہ اس کی بخشش کی جاچکی ہے۔

حاجیوں کو رخصت کرتے وقت یا واپسی میں ملاقات کے وقت گلے میں پھولوں کا ہار ڈالنا، یا نعرہ بازی کرنا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، بزرگان دین اور ائمہ محدثین سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا اس سے احتراز کیا جائے۔ فقط

آب زم زم پینے کے آداب:

آب زم زم پینے کا کیا طریقہ ہے؟ بیٹھ کر پیا جائے یا کھڑے ہوکر؟ اس کے کچھ آداب تحریر فرمائیں۔ زم زم اور کھجور غیر مسلموں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ———— و باللہ التوفیق

آب زم زم کھڑے ہوکر بھی پی سکتے ہیں، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر آب زم زم کھڑے ہوکر نوش فرمایا تھا۔ **عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: سقیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من زمزم فشرب و ھو قائم** (صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۲۱)

اور بیٹھ کر بھی پی سکتے ہیں جیسا کہ پینے کا عام مسنون طریقہ ہے۔ زمزم کا پانی چونکہ بہت ہی متبرک پانی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ماء زمزم مما شرب لہ** (ابن ماجہ) یعنی آب زمزم جس مقصد کے لیے پیا جائے اللہ پاک اس مقصد کو پورا کردیتے ہیں۔ اس لیے زمزم کا پانی پینے سے پہلے دنیا اور آخرت سے متعلق کوئی چیز مطلوب ومقصود ہو تو اس کے حصول کے لیے دعاء کریں۔ یہ دعاء بھی پڑھ سکتے ہیں:

اللّٰھم انی أسئلک علماً نافعاً و رزقاً واسعاً و شفاءً من کل داء۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پڑھنا منقول ہے۔ پھر قبلہ رو ہوکر بسم اللہ پڑھ کر تین سانس میں پیئیں، اس کے بعد الحمد للہ پڑھیں۔ زمزم کے بچے ہوئے پانی کو اپنے سر، چہرہ اور سینہ پر چھڑکیں۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ ج ۱۵ ص ۳۴)

زم زم کا پانی اور کھجور غیر مسلم بھائیوں کو دے سکتے ہیں، شرعاً جائز ودرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار **نقیب** پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 59/69 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۱۷/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۹/اگست ۲۰۱۹ء روز سوموار

حج کا تحفہ

حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے حجاج کرام کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، بہت سے لوگ اپنے وطن کو لوٹ چکے ہیں اور بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ابھی باقی ہے جو مکہ ومدینہ سے لوٹنے کے لئے پا بہ رکاب ہیں، اللہ سے ہماری یہی دعاء ہے کہ رب العزت آپ کے اس مبارک سفر کو قبول فرمائے اور حج مقبول ومبرور نصیب کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج وعمرہ کی سعادت نصیب فرمائی اپنے گھر کی زیارت کی توفیق بخشی، آپ نے عشق ومحبت کی آنکھوں سے کعبۃ اللہ کا دیدار کیا، حجر اسود کا استیلام کیا، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں، بیت اللہ کا عاشقانہ طواف کیا، صفا ومروہ کا دیوانہ وار سعی کی، منی ومزدلفہ میں قیام کر کے دعاء ومناجات کا اہتمام کیا، اور میدان عرفات میں وقوف کر کے گریہ زاری کی، جس سے آپ کے دل کی کھیتی عشق ومحبت سے سرسبز وشاداب ہوئی، اب آپ کی زندگی مقدس چراغ کی مانند ہوگئی ہے، لہذا عشق ومحبت کی اس دولت ونعمت کی قدر کیجئے، اپنے عمل صالح کو سنبھال کر رکھئے، زندگی میں بار بار یہ موقع نہیں آتا، اس لئے معاشرت ہو یا معیشت، تہذیب ہو یا سیاست ہر مرحلہ میں اللہ کے احکام کی پابندی کیجئے، پنج گانہ باجماعت نمازوں کی پابندی، ذکر وتلاوت کا اہتمام رکھیے، زندگی نشیب وفراز سے پر ہے، ذرا سنبھل کر قدم اٹھایئے گا، ناپ تول کر بولئے گا، لوگوں کی نگاہیں آپ پر جمیں گی، لوگ آپ کے قول وعمل کو پرکھیں گے، ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں کہ آپ حاجی ہیں اور دروغ گوئی کرتے ہیں، آپ پر دھوکہ دھڑی کا الزام نہ عائد ہو، خدارا خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھئے گا شیطان کی یہ کوشش ہوگی کہ آپ کو ایسی باتوں میں الجھائے کہ وہ اپنے پانے والے اجر کو ضائع کر بیٹھے، کسی سے تکرار ہوگی، خواہ مخواہ کی بحث ہوگی تو ایسے کاموں سے بچنا ہے اور نیکی کے کاموں میں لگنا ہے، اگر آپ نے شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزاری تو یہی آپ کے لئے حج کا سب سے بڑا تحفہ ہے، بلاشبہ زمزم اور کھجور کا تحفہ بھی بابرکت تحفہ ہے، مگر اس تحفہ کی مدت تھوڑی ہے، لیکن کعبۃ اللہ کے انوار وتجلیات نے آپ کے قلب پر جو عکس جمیل چھوڑا ہے، اور جس سے آپ کو ایک نئی زندگی ملی ہے، یہ تحفہ دیرپا بھی ہے اور دوررس بھی ہے۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

یقیناً عشق کی چوٹ نے آپ کے ایمان میں تازگی وتوانائی عطا کی ہے، اور کردار وعمل میں نکھار پیدا کرنے کی صلاحیت بخشی ہے اسی لئے اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے، حج کی روحانیت درحقیقت توبہ، انابت اور گذشتہ ضائع اور کھوئی ہوئی عمر کی تلافی کے عہد اور آئندہ کے لئے اطاعت وفرمانبرداری کے اعتراف اور اقرار کا نام ہے، اب آپ خود اپنے دل کو ٹٹولئے اور اپنی حالت کا جائزہ لیجئے، سفر حج سیر وسیاحت نہیں ہے، بلکہ یہ نفوس کے تزکیہ اور تجلیہ کے لئے ایک مجاہدہ عظیم ہے۔

حج، عالمی اتحاد کا ایک عظیم مظہر بھی ہے، وہاں مختلف رنگ ونسل، زبان وتہذیب اور کلچر کے فرزندان توحید کا اجتماع ہوتا ہے، ان فطری اختلافات اور طبعی امتیازات کے باوجود کسی سے کوئی مزاحمت نہیں، صبر وتحمل سے تلبیہ پڑھتے رہئے اور ایک ہی مرکز سے وابستہ رہے، اب آپ کو بھی اپنی عملی زندگی میں اسی طرح وحدت واجتماعیت کا داعی بننا ہے اور صبر وشکر کی زندگی گذارنی ہے۔

تین طلاق مخالف بل ۲۰۱۹ء

آخر کار بی جے پی کی مرکزی حکومت شدید مخالفت کے باوجود تین طلاق مخالف بل ۲۰۱۹ء کو سیاسی مفاد کی خاطر راجیہ سبھا سے بھی پاس کرانے میں کامیاب ہوگئی، صدر جمہوریہ ہند نے بل کو منظور بھی کر دیا اور دستخط بھی کر دی اب یہ بل ان کے دستخط کے بعد باقاعدہ قانون کی شکل لے چکا ہے، جبکہ راجیہ سبھا کی کئی اہم اپوزیشن پارٹیوں نے اس بل کو سلیکٹ کمیٹی کے حوالہ کرنے پر اصرار کیا اور ترمیم کا مشورہ دیا مگر برسر اقتدار ارباب حکومت نے ان کے اس مطالبہ کو یکسر مسترد کر دیا، اور دھوکہ سے پاس کرالیا قومی جمہوری اتحاد کی دو پارٹی جنتا دل یونائیڈ اور اے آئی اے ڈی ایم نے ووٹنگ کا بائیکاٹ کیا، جبکہ بہوجن سماج پارٹی، تیلگو دیشم وغیرہ کے ممبران ووٹنگ کے وقت ایوان سے غیر حاضر رہے، جس کا سیدھا مطلب یہی ہوا کہ ان پارٹیوں نے بھی بالواسطہ اس بل کی حمایت کی، جس سے ان کی اقلیت نوازی کے دعویٰ کی قلعی کھل گئی، اس طرح بل کی حمایت میں ۹۹/اور مخالفت میں ۸۴/ووٹ پڑے، راجیہ سبھا کے کانگریسی اپوزیشن لیڈر غلام نبی آزاد نے بل کی خامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کی پرزور مخالفت کی اور کہا کہ اس بل میں ملزم شوہر کو تین سال کے لئے جیل بھیجنے کا التزام ہے، جس سے متاثرہ خاندان کی زندگی برباد ہوگی اس لئے اس پر نظر ثانی ہونی چاہیے، مگر چونکہ حکومت کی نیت صاف نہیں تھی، اس لئے اس نے اکثریت اور طاقت کے زور پر پاس کرالیا، حکومت کی دلیل یہ ہے کہ اس قانون سے مسلم خواتین کو انصاف کا حق ملے گا، مگر مساوات اور انصاف کی دہائی دینے والے سیاست دانوں کو اپنے عینک کے شیشوں کو صاف کرنا ہوگا، یا گلاس بدلنا ہوگا کہ آج وطن عزیز کی ہزاروں نہیں لاکھوں ہماری غیر مسلم بہنیں مظالم کا شکار ہیں، وہ نہایت ہی کسمپرسی کی زندگی گذار رہی ہیں، انہیں ان کے شوہروں نے معلق بنا رکھا ہے، آخر بی جے پی کو ان عورتوں کے حالت زار پر رحم کیوں نہیں آرہا ہے، صرف مسلم خواتین کو یکساں حقوق دلانے کی ہی کیوں اس قدر فکر لاحق ہورہی ہے، کیا یہ صرح انصاف کے خلاف نہیں ہے، یقین مانئے کہ اس قانون میں مسلم خواتین کے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے، بلکہ اس سے ان کی مذہبی وازدواجی اور معاشی زندگی تباہ وبرباد ہوگی اور وہ دن جمہوریت کے لئے بڑے برے دن ہوں گے۔

اس لئے مسلم پرسنل لا بورڈ روز اول سے ہی اس بل کی سخت مخالفت کرتا رہا ہے، جب یہ بل آرڈیننس کی شکل میں جاری ہوا تو اس وقت بھی بورڈ نے اس کی خامیوں کی نشاندہی کی ماضی میں بورڈ کی کوششوں سے راجیہ سبھا سے مسترد ہو گیا تھا، مگر بی جے پی نے اس کو ایک سیاسی موضوع بنالیا اور اپنی دوسری میعاد میں دونوں ایوانوں سے منظور کرالیا، جو کہ ملک کے جمہوری اقدار اور مذہبی روایات کے قطعی منافی ہے۔

آئین کی دفعہ 370 منسوخ

مرکز کی حکمراں جماعت نے اپنے طوفان انگیز فیصلہ میں جموں وکشمیر کو خصوصی درجہ دینے والے آئین کے آرٹیکل 370 کو کالعدم قرار دے دیا اور ریاست کو دو حصوں یعنی جموں وکشمیر کو الگ اور لداخ کو الگ حصوں میں تقسیم بھی کر دیا اس کے لئے اس نے پارلیامنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظوری حاصل کر لی، جس کی وجہ سے ایوان میں جم کر ہنگامہ بھی ہوا، حتی کہ اپوزیشن پارٹیوں نے اس فیصلہ کو جمہوریت کا قتل بتایا، صدر جمہوریہ کے دستخط ہوجانے کی وجہ سے اب یہ دونوں علاقے مرکز کے زیر انتظام رہیں گے، جموں وکشمیر میں قانون ساز اسمبلی ہوگی تاہم لداخ میں کوئی اسمبلی نہیں ہوگی، بلکہ وہ مرکز کے ماتحت ہوں گے، البتہ یہ دونوں علاقے لیفٹیننٹ گورنر کے زیر انتظام وانصرام ہوں گے، برسر اقتدار پارٹی نے اس اقدام سے چند دنوں پہلے جموں وکشمیر کی فضا کو ہموار کیا، عملی رازداری سے کام لیتے ہوئے پہلے وہاں نیم فوجی دستوں کو بڑی تعداد میں تعینات کیا، امرناتھ یاتریوں اور سیاحوں کو واپس بلالیا اسکول وکالج بند کرنے کے احکامات جاری کئے، کشمیری رہنماؤں کو نظر بند کیا، حتی کہ دفعہ ۱۴۴/نافذ کر دیا، تاکہ کسی بھی ردعمل کے مظاہرہ کے وقت حالات کو قابو میں رکھا جائے اس لئے اسی وقت سے وہاں افواہوں کا بازار گرم تھا لیکن مقامی سیاست دانوں پر 370 کے خاتمہ کے بادل منڈلانے لگے تھے، جس کے سدباب کے لئے انہوں نے جدوجہد کی مگر مرکزی حکومت نے طاقت اور اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ لے لیا، اور یہ آزادی کے تہتر سالوں کے بعد کسی بھی حکومت کے ذریعہ اٹھایا گیا ایک بڑا اقدام ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جموں وکشمیر کے شہری مرکزی حکومت کے اس فیصلہ کو قبول کر لیں گے، کیونکہ کشمیریوں کو ہمیشہ سے یہ خدشہ رہا ہے کہ اگر آئین کی دفعہ 35A اور 370 کا خاتمہ ہوا تو وہ فلسطینیوں کی طرح بے وطن ہو جائیں گے، ان کی حفاظتی دیوار منہدم ہو جائے گی، ہوسکتا ہے کہ اس اقدام کے پیچھے ملک اور ریاست کا کوئی مفاد پوشیدہ ہو لیکن حکومت کو کشمیری عوام کو اعتماد میں لینا چاہئے تاکہ ان کے شکوک وشبہات زائل ہوتے، مگر اس کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا گیا اور جس طرح منصوبہ بندی کی گئی وہ شک وشبہے کے دروازے کو کھولنے والے تھے، جس سے ان کے جذبات واحساسات مجروح ہوئے اس کو کسی طرح بھی جمہوری طریقہ نہیں کہا جا سکتا ہے، کیونکہ تقسیم کے وقت وہاں کے مہاراجہ ہری سنگھ نے سب کو اعتماد میں لے کر چند شرطوں کے ساتھ جموں وکشمیر کو ہندوستان سے الحاق کرایا تھا، اور آئین کی شق 370 کو شامل کر کے اس کو خصوصی درجہ اور اختیارات دلوائے تھے، اس کے تحت ریاست کو اپنا آئین بنانے، الگ پرچم رکھنے کا حق دیا گیا تھا اور ساتھ ہی آرٹیکل 35A کے تحت جموں وکشمیر سے باہر کسی بھی علاقے کا شہری ریاست میں غیر منقولہ جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا تھا، نہ کوئی نوکری حاصل کر سکتا تھا اور نہ ہی آزادانہ طریقے سے سرمایہ کاری کر سکتا تھا، لیکن موجودہ قانون نے سارے اختیارات سلب کر لیے جس کی وجہ سے جموں وکشمیر کی انفرادیت ختم ہوگئی اور اس کی وجہ سے وہاں کے حالات کشیدہ ہیں اور پورے ملک میں سراسیمگی اور غیر یقینی صورت حال کی کیفیت طاری ہے آخر مودی جی ملک کو کس رخ پر لے جانا چاہ رہے ہیں؟

چرچ گھوٹالہ

ایسا لگتا ہے کہ ہمارا ملک ہندوستان گھوٹالوں اور گھپلوں کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے، ابھی تک ہم لوگ چارہ گھوٹالہ، کوئلہ گھوٹالہ، ٹو جی گھوٹالہ، الکترا گھوٹالہ، بوفورس گھوٹالہ، بینک گھوٹالہ وغیرہ کا ہی نام سنتے آرہے تھے، مگر ستم ظریفی کہیے کہ اب چرچ گھوٹالہ بھی ہو رہا ہے، ابھی حالیہ دنوں میں ایک معتبر اخبار نے چرچ گھوٹالہ کا انکشاف کیا، خبروں کے مطابق نارتھ انڈیا کے ایک گرجا گھر کے بشپ سمیت ۱۶/پادریوں نے دس ہزار کروڑ روپے کی مالیت کا سامان جو کہ گرجا گھر کا تھا فروخت کر دیا، چنانچہ ان کے خلاف ملک وبیرون ملک کے چند بشپ نے تھانہ میں شکایت درج کرائی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ ان پادریوں نے نقلی دستاویزات دکھا کر ٹرسٹ کی جائیداد کو فروخت کر دیا، اگر واقعۃ تحقیقاتی کارروائی کے بعد الزام ثابت ہوجاتا ہے تو یہ عمل کسی بھی روحانی ومذہبی پیشوا کے لئے زیب نہیں دیتا ہے، کیونکہ ان کے اس عمل سے جہاں ان کا مذہبی تقدس مجروح ہوگا وہیں عقیدت مندوں کا ان پر سے اعتماد واعتبار بھی کمزور پڑے گا، ایسے مجرمانہ حرکت کرنے والے پادریوں کو قانونی دائرے میں ضرور سزا ملنی چاہئے اور اگر یہ محض شخصی عناد کی بنیاد پر ان کے مذہبی کیرکٹر کو داغدار کرنے کی کوئی سازش رچی گئی ہے تو یہ اور بھی برا اور شرمناک ہے اس طرز عمل کو کوئی بھی مہذب معاشرہ قطعی طور پر برداشت نہیں کر سکتا کہ بلا چوں وچرا صرف شک وشبہ کی بنیاد پر کسی کی کردارکشی کی جائے، بہر حال اس وقت یہ معاملہ تحقیقاتی عمل سے گذر رہا ہے، اس لئے تحقیقاتی رپورٹ آنے کے بعد ہی صحیح صورت حال سامنے آسکے گی۔

یادوں کے چراغ

مولانا عبدالحنان قاسمیؒ، جوار رحمت میں

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مدرسہ رشیدیہ میڈیکل کالج مظفر پور، مدرسہ رشیدیہ کواتھ، رہتاس، مدرسہ تجوید القرآن خالق پور مظفر پور کے سابق استاذ، معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی سرائے ویشالی کے سابق صدر مدرس اور قلعہ مسجد سعد پورہ مظفر پور کے سابق امام نیز میرے سمدھی مولانا وحافظ عبدالحنان قاسمی کا ۳۱/جولائی ۲۰۱۹ء بوقت سوانو بجے شب بروز بدھ ان کے آبائی گاؤں چک حبیب اللہ (چکبولہ) مظفر پور میں انتقال ہوگیا، وہ گذشتہ ایک سال سے کینسر میں مبتلا تھے، شکر کے قدیم مریض تھے، بیت الخلاء میں گرجانے کی وجہ سے کولھے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی، آپریشن ممکن نہیں تھا، اس لیے چند ماہ قبل سے بستر سے لگ گیے تھے، وقتاً فوقتاً اسپتال میں داخل کرایا جاتا تھا، لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی اس طرح وہ مجموعہ امراض بن گیے تھے، تکلیف زیادہ تھی، لیکن زبان پر صبر وشکر کے الفاظ جاری تھے، مرنے کے قبل بار بار کہتے رہے کہ راستہ چھوڑ دو، سب لوگ ہٹ جاؤ فرشتے آرہے ہیں، اور فرشتے آگیے اور ان کو اپنے ساتھ لے گیے، اس طرح بے قراری کو قرار آگیا، جنازہ کی نماز دوسرے دن ان کے بڑے صاحب زادہ حافظ محمد نعمان نے پڑھائی جو سعودی عرب سے آئے ہوئے تھے، پسماندگان میں ایک اہلیہ، چار لڑکے اور ایک لڑکی کو چھوڑا، لڑکی میرے دوسرے لڑکا عزیزم ظفر الہدیٰ قاسمی کے نکاح میں ہے، ایک لڑکا عفان صغرسنی ہی میں وفات پا گیا تھا۔

مولانا عبدالحنان بن عبدالجبار بن محمد دل جان نے یکم جنوری ۱۹۶۲ء کو چک حبیب اللہ مظفر پور میں آنکھیں کھولیں، صغرسنی ہی میں دارالعلوم عربک کالج برہم پورہ مظفر پور میں داخل ہوئے آپ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ پورے طور پر بدعت زدہ ہے، گاؤں میں عرس ونیاز کا ماحول شباب پر تھا، اسی ماحول میں ان کا ذہنی سانچہ تیار ہوا وہ اسی طرح کا تھا، اس زمانہ میں وہ شمال کی طرف بول وبراز کو پسند نہیں کرتے تھے، ان کی نانی ہال میرے گاؤں حسن پور گنگھٹی میں تھی، جو بدعات سے حد درجہ متنفر تھا، ہم لوگ ہم عمر تھے اس لیے ان موضوعات پر بحث ہوتی رہتی تھی، دھیرے دھیرے ان کی طبیعت میں توحید خالص کا پودا جڑ پکڑنے لگا، میرے مشورہ ہی سے وہ پہلے دارالعلوم مئو اعظم گڈھ اور بعد میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گیے اور وہیں سے فضیلت کی سند پائی، فراغت کے بعد حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ ناشر العلوم پانڈولی ضلع سہارن پور سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔

تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ رشیدیہ میڈیکل کالج مظفر پور سے کیا، وہ زمانہ بابا حاجی نقی صاحب کا تھا، مدرسہ رشیدیہ اور مسافر خانہ کے نقش ونگار ابھرنے لگے تھے، بابا کی مقبولیت اور ان کے مخلصین کی سعی مشکور کی بدولت اس کی شہرت عام ہونے لگی تھی یقیناً وہاں کی تعلیمی شہرت میں مولانا عبدالحنان صاحبؒ کا بڑا ہاتھ تھا، مدرسہ کے موجودہ ذمہ دار قاری مجاہد الاسلام نے اپنے اخباری بیان میں کہا کہ ان کی تدریس کا اپنا الگ انداز تھا ہمیں ان کی بے پناہ صلاحیتوں سے استفادہ کا خوب موقع ملا، چند سال کی تدریس کے بعد انہوں نے مدرسہ رشیدیہ کواتھ رہتاس کا رخ کیا اور تدریسی نظام کو مضبوط کرنے کی زبردست جدوجہد کی، لیکن بچے چھوٹے چھوٹے تھے، خانگی امور کی انجام دہی کے لیے کوئی آدمی نہیں تھا، اس لیے وہ پھر اپنے وطن لوٹ آئے، اسی زمانہ میں چک چمیلی مدرسہ معہد العلوم الاسلامیہ کے نام سے میں نے قائم کیا تھا، مدرسہ کیا تھا مکتب تھا، مسجد میں تعلیم ہوتی تھی اور مسجد پھوس کی تھی، طلبہ دس بیس تھے جو دروازے رہتے تھے، مولانا کی خدمت میں جب ادارہ کو حاصل ہوئی تو ان کے خلوص اور دعاء سحر گاہی کے طفیل اللہ رب العزت نے میرے ذریعہ وہاں پختہ مسجد کی تعمیر کرائی، قاضی مجاہد الاسلام صاحب نور اللہ مرقدہ نے اسی ہزار روپے فراہم کرائے، گاؤں کی محنت نوجوانوں کی توجہ اور مولانا عبدالحنان صاحب کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے یہ مسجد تیار ہوگئی، گاؤں کے لوگوں نے سنت نبوی سمجھ کر اینٹ گارے ڈھوئے اور مزدور کی طرح کام کیا، مولانا پوری نگرانی کرتے رہے، یہ زمانہ ۱۹۹۷ء کا تھا، ۲۰۰۲ء تک مسلسل یہاں انہوں نے قیام کیا اور صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، اس زمانہ میں ان کے معاون مولانا ندیم اللہ ندوی اور حافظ نعمت اللہ صاحب مرحوم یکہتہ مدھوبنی والے تھے، ۲۰۰۲ء میں پھر ان کی خواہش ہوئی کہ گھر کے قریب آجائیں انہوں نے میری اجازت سے اپنے گھر کے قریب ہی مدرسہ تجوید القرآن خالق پور کو تدریسی خدمات منتقل کردیں، لیکن صرف دو سال کے بعد وہاں سے انہوں نے قطع تعلق کرلیا اور ۲۰۰۵ء میں پھر چک چمیلی مدرسہ آگیے، اس دوسرے دور میں قاری بدر عالم طیبیؒ کی نظامت میں مسلسل ۲۰۱۳ء تک کام کیا اور پوری دلجمعی کے ساتھ کیا، شوگر کی وجہ سے ان کے لیے تدریسی زندگی گذارنا ممکن نہیں رہا تو انہوں نے ۲۰۱۳ء کے اواخر میں مظفر پور شہر میں قلعہ کی مسجد سعد پورہ کی امامت قبول کرلیا اور ۲۰۱۸ء کے اوائل تک امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، اس درمیان اللہ رب العزت نے عمرہ کی سعادت بھی عطا فرمائی، جب بالکل نحیف ونزار ہوگیے تو امامت سے استعفیٰ دے دیا اور گھر پر ہی رہنے لگے، طبیعت زیادہ بگڑی تو انہوں نے پٹنہ میں علاج کی خواہش کا اظہار کیا اور بچوں سے کہا کہ انہیں میرے پاس پٹنہ لے چلا جائے، میں نے انہیں مہاویر کینسر اسپتال کے جنرل برانچ کرجی میں داخل کرادیا، علاج جاری تھا اور ہم سب پُر امید تھے کہ اب افاقہ ہوگا لیکن جانچ کی رپورٹ نے ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا، مرض کینسر ثابت ہوا، ہفتہ دس دن کینسر میں بھی گذارا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، تھک ہار کر گھر منتقل ہوئے، پروسٹیڈ کا کینسر تھا، پیشاب بند ہوجاتا، خون جاری ہوجاتا، بچے اور اہلیہ نے خدمت اور خون دینے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، مرض کے باوجود وہ چلتے پھرتے تھے، ایک دن بیت الخلا میں گر پڑے اور اس کے بعد اٹھ نہ سکے، ہم لوگ سفر حج پر آرہے تھے تو عافیت کی دعا کی درخواست کی تھی، اللہ کے نزدیک عافیت کی یہی شکل تھی کہ انہیں ہر درد وغم سے نجات حاصل ہوجائے، ایسی عافیت صرف موت سے ہی مل سکتی ہے، چنانچہ اللہ نے انہیں بلا لیا۔

مولانا عبدالحنان مرحوم کی سب سے بڑی خوبی ان کی تواضع، خاکساری اور خلوص تھا، تواضع خاکساری کا اظہار تو حرکات وسکنات سے ہوجاتا ہے، البتہ خلوص کے ناپنے کا کوئی پیمانہ آج تک ایجاد نہیں ہوا ہے، اس کا اندازہ انسان کی مقبولیت سے ہوتا ہے، وہ جہاں رہے مقبول ومحبوب رہے اور جو کام کیا اللہ نے اس میں برکت عطا فرمائی، ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں نہیں تو سینکڑوں میں ضرور ہوگی، قرآن کریم سے ایسا شغف تھا کہ اپنے تین لڑکوں کو حافظ قرآن بنایا اور ان کی مثالی تربیت کی، الحمد للہ دو لڑکے سعودی عرب اور قطر میں ملازمت سے جڑے ہوئے ہیں، بڑا لڑکا حافظ محمد نعمان سعودی عرب کی ایک مسجد میں امام ہے۔

مولانا مالی اعتبار سے امیر کے دائرے میں نہیں تھے، خورد ونوش کی کمی نہیں تھی، اب بچوں کے برسر روزگار ہونے کی وجہ سے فارغ البالی آگئی تھی، لیکن بڑا سرمایہ علاج ومعالجہ پر خرچ ہوتا رہا، اب وقت آیا تھا کہ وہ اطمینان سے اللہ اللہ کرتے اور معاشی تگ ودو سے بے پرواہ ہوتے تو اللہ نے ایسی بے پرواہی عطا کردی جس کا کوئی تصور اس دنیا میں تو نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا مرحوم جن لوگوں پر بھروسہ کرتے تھے اور جن کے مشورے پر عمل کرتے تھے ان میں ایک نام میرا بھی تھا، وہ سمدھی تو ابھی ڈیڑھ سال پہلے بنے تھے، لیکن ان کی محبت بچپن سے مجھے حاصل تھی، انہوں نے جنازہ بھی پڑھانے کے لیے مجھے کہہ رکھا تھا، لیکن سفر حج کی وجہ سے یہ کام میرے لیے ممکن نہیں ہوسکا، اپنے تعزیتی پیغام میں مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری استاذ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد نے جو بات لکھی ہے، اسی کو نقل کرکے اس مضمون کا اختتام کرتا ہوں، لکھا ہے:

یقیناً موصوف نیک صفت انسان تھے، قدیم وجدید رشتہ داری کے علاوہ موصوف ہدیٰ فیملی کے متعدد افراد کے استاذ تھے، پوری زندگی سادگی ومتانت کے ساتھ وہ بے ضرر انسان رہے، ان کی آخری زندگی کو دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے، ان کے لیے مغفرت اور رفع درجات کی دعائیں کی جائیں اپنے اعمال کا بھی جائزہ لیا جائے اور اپنی موت کو بھی یاد رکھا جائے، اس لیے کہ یہاں جو آیا ہے اسے جانا ہے اور اپنا حساب کتاب دینا ہے۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

عکس تہذیب

: رضوان احمد ندوی

زیر تبصرہ کتاب ''عکس تہذیب'' صوبہ اڈیشہ کے شہر کٹک کے ایک صاحب قلم عالم دین مولانا محمد مطیع اللہ نازش کے مختلف سماجی ومعاشرتی موضوعات پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے، ۳۳/عنوانات پر مشتمل اس مجموعہ کے مضامین میں تنوع ہے، کچھ مضامین تاریخی نوعیت کے ہیں اور چند میں صحافت ومیڈیا کے مضر اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے، جس کو مصنف نے بڑی محنت وسلیقہ اور تلاش وجستجو کے بعد تحریر کیا، باوجودیکہ اڑیسہ میں اردو بولنے والوں کی تعداد دو تین فیصد سے کم ہے اور تیلگو اور بنگالی زبانیں بولنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے پھر بھی تیلگو اور بنگالی کا کوئی قابل ذکر فنکار ابھی تک یہاں پیدا نہیں ہوا، جبکہ اردو کے تحقیق کاروں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے، اور اس طرح کی کتابیں اس کی زندہ اور تازہ مثالیں ہیں، جو لائق تحسین ہیں، زیر نظر مجموعہ کے بعض مضامین میں مصنف نے خاصا مواد جمع کردیا ہے، خشک موضوعات میں بھی انہوں نے ادبی ذوق کی وجہ سے جدت پیدا کردی ہے، مثلاً تعویذ وگنڈے اور جھاڑ پھونک، کثرت طلاق کے نقصانات، تعدد ازدواج، اسلام میں عورت کا مقام جیسے موضوعات پر مصنف نے مدلل انداز میں گفتگو کی ہے، جس کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، اس لئے ملک کے متعدد علماء ودانشور نے مصنف کی جم کر ستائش کی ہے، مولانا سید عبد الرحیم صاحب مظفر نگری نے لکھا کہ گرچہ کتاب کے موضوعات الگ الگ ہیں، مگر سب میں ایک ربط اور فکری بالیدگی عیاں ہے، مضمون نگار کے باطنی تقاضے، فکری صلابت، عرفان حق کی روشنی، اصلاحی زاویہ نظر اور سہل اسلوب نگارش سے ضمیر کی آواز بڑی آسانی سے ہر پڑھنے والے دل ودماغ تک پہونچ کر دعوت غور وفکر دیتی ہے، نیک عمل اور اصلاح کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے، مولانا شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ یہ کتاب مولانا کی اعلیٰ تخلیقی صلاحیت کی بین ثبوت ہے، بلا شبہ یہ کتاب مقررین، واعظین، مدرسین اور مدارس کے طلبہ کے لئے بے حد مفید اور کارآمد علمی تحفہ ہے، پروفیسر ڈاکٹر کرامت علی کرامت نے مولانا نازش کی اس کتاب کو اپنی نوعیت کی منفرد کتاب بتلایا اور کہا کہ اس بات کے اعتراف میں مجھے کوئی عار نہیں کہ اردو میں اس قسم کی کوئی دوسری کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گذری، اس لئے یہ کتاب صرف گراں قدر تحفہ ہی نہیں بلکہ عام قارئین کے حق میں بھی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، پروفیسر صاحب کی مبالغہ آرائی سے قطع نظر بلا شبہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ تصنیف ہے، مصنف نے ہر موضوع پر اچھا خاصا مواد جمع کردیا ہے، البتہ ایک کمی کا احساس ہے کہ فہرست مضامین میں اردو زبان کے ساتھ انگریزی رسم الخط کو ہونا یا بعض مقامات پر عبارتوں میں ثقالت ذوق لطیف پر گراں گذرتا ہے، مضامین جس قدر معیاری ہیں، کاغذ اسی قدر غیر معیاری ہے، کمپوزر نے بھی کمپوزنگ میں حروف کے دروبست میں ڈنڈی مارا ہے، اگر ان چھوٹی موٹی خامیوں سے صرف نظر کرلیا جائے تو کتاب کے مضامین تحقیقی نوعیت کے ہیں اور قابل مطالعہ ہیں، البتہ قیمت زیادہ ہے، خواہشمند حضرات مدرسہ مکرم العلوم حسینہ اڑیا بازار بخشی بازار کٹک (اڈیشہ) سے پانچ سو روپے بھیج کر طلب کرسکتے ہیں، کتاب کے صفحات 528 ہیں۔

اقلیتی تعلیمی اداروں کے مسائل

محمد صبغۃ اللہ ندوی

ملک میں اقلیتوں کے تعلیمی ادارے آبادی کے تناسب کے لحاظ سے بہت کم ہیں اور جو ہیں ان کی بھی حالت سرکار کی مداخلت اور اداروں کی بدانتظامی کی وجہ سے ٹھیک نہیں ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اقلیتی طلباء کا ڈراپ آؤٹ دوسرے طبقات کے مقابلے میں کافی زیادہ اور ان میں خواندگی کی شرح کم ہے ۔جب خواندگی کی شرح کم ہوگی تو بے روزگاری بھی زیادہ ہوگی ۔ہوا میں اقلیتوں کو مین اسٹریم ایجوکیشن سے جوڑنے کے دعوے خوب کئے جاتے ہیں اور ہر حکومت کہتی ہے کہ اقلیتوں کی بہبود وترقی کے لئے یہ کر رہی ہے ، وہ کر رہی ہے لیکن جب اقلیتیں ان کے پاس مراعات یا ریزرویشن کے لئے جاتی ہیں تو مذہب کا حوالہ دے کر انکار کردیا جاتا ہے۔اب تو حق تعلیم ایکٹ بھی کہتا ہے کہ 6 سے 14 سال کی عمر کے ہر بچے کو مفت اور لازمی تعلیم مہیا کرانا سرکار کی ذمے داری ہے، اس میں مذہبی تفریق جیسی کوئی بات نہیں کہی گئی پھر بھی یہی سچائی ہے کہ تعلیم کے میدان میں اقلیتیں اس طرح آگے نہیں بڑھ رہی ہیں جس طرح دوسرے طبقات کے بچے بڑھ رہے ہیں۔

اس تعلق سے سرکار سروے تو کراتی رہتی ہے لیکن اس کی رپورٹوں پر عمل نہیں کرتی ۔اسی طرح کی ایک سروے رپورٹ 2018 میں آئی تھی جو مرکزی وزارت اقلیتی امور کی درخواست پر نیشنل پروڈکٹیو کونسل نے کیا تھا، اس میں انکشاف کیا گیا تھا کہ ملک کی آٹھ ریاستوں آسام ، جھارکھنڈ ، اترپردیش ، بہار، مغربی بنگال ، ہریانہ اور راجستھان کے 30 اقلیت اکثریتی اضلاع میں اقلیتی طلبا کے ڈراپ آؤٹ کی بڑی وجہ بنیادی سہولیات کی کمی اور کوالیفائڈ اساتذہ کا فقدان ہے ۔اس رپورٹ پر کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا ۔یہی حشر اقلیتوں کی بہبود وترقی اور انصاف سے متعلق ہر رپورٹ کا ہوتا ہے۔مہاراشٹر میں کمیشن کی رپورٹ کی بنیاد پر مسلمانوں کو تعلیم اور سرکاری ملازمتوں میں پانچ فیصد ریزرویشن دیا گیا تھا لیکن پھر ختم کردیا گیا۔

ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت ملک بھر میں تین ڈیمڈ اور چھ یونیورسٹیوں سمیت 13395 اقلیتی تعلیمی ادارے ہیں ۔اقلیتی ادارے ایسے ہی نہیں بنتے بلکہ کافی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں ۔پہلے ادارہ قائم کیجئے پھر ریاستی حکومت سے این او سی حاصل کیجئے اور آخر میں نیشنل کمیشن برائے مائناریٹی ایجوکیشن انسٹی ٹیوشن (این سی ایم ای آئی) سے اقلیتی درجہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کیجئے کیونکہ اس کے سرٹیفکیٹ کے بغیر کوئی ادارہ اقلیتی نہیں مانا جاتا۔اس کے باوجود اس کی ضمانت نہیں رہتی کہ آگے اقلیتی درجہ برقرار رہے گا جیسا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کے ساتھ ہو رہا ہے۔

ان کے اقلیتی درجے کو خود موجودہ مرکزی حکومت نے دہلی ہائیکورٹ میں چیلنج کر رکھا ہے اور اپنے موقف اور پالیسی میں تبدیلی کی بات کہی ہے۔اس کی وجہ سے ان کے اقلیتی درجے پر خطرے کی تلوار لٹک گئی ہے۔خود این سی ایم ای آئی کسمپرسی کا شکار رہتی ہے ، اس کے چیئرمین کی مدت پوری ہوتی ہے تو جلدی کسی کا تقرر نہیں ہوتا ۔اقلیتی ادارے قائم کرنا آسان نہیں ، اس کے لئے اراضی کا حصول ، فنڈنگ ، عمارت ، اساتذہ، طلبا اور منیجمنٹ کے لئے افراد کا انتظام کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے ۔غور طلب امر ہے کہ اقلیتی تعلیمی اداروں کے مسائل حل کرنے کے لئے 2004 میں جب قومی کمیشن بنایا گیا تھا تو یوپی اے سرکار میں اس میدان میں کافی تیزی سے کام ہوا تھا اسی مدت میں سب سے زیادہ اقلیتی ادارے قائم ہوئے تھے ۔2014 کے بعد اس کی رفتار کافی دھیمی ہے اور 2018 سے اب تک صرف چار اداروں کو اقلیتی درجہ دیا گیا۔

ایسا نہیں ہے کہ اس دوران اقلیتوں نے تعلیمی ادارے قائم کرنے کے لئے جدوجہد نہیں کی بلکہ ان کو منظوری نہیں مل رہی ہے ۔اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ سے متعلق آرٹیکل 30 میں صاف صاف کہا تو گیا ہے کہ کسی بھی مذہب یا زبان کے تمام اقلیتوں کو اپنی پسند کے تعلیم ادارے قائم کرنے اور انہیں چلانے کا پورا حق ہے لیکن جب قائم کرتے ہیں تو قانونی لڑائی لڑنی پڑتی ہے ۔اقلیتی درجہ ملنے کے بعد بھی اسے چھیننے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اگر بات کی جائے ملک بھر میں اقلیتی تعلیمی اداروں کی تو کیرلا جہاں ملک بھر میں خواندگی کی شرح سب سے زیادہ ہے ، وہاں اقلیتی تعلیمی اداروں کی تعداد بھی سب سے زیادہ 4559 ہے ۔اس کے بعد ملک کی سب سے بڑی ریاست اترپردیش کا نمبر آتا ہے جہاں 3135 اقلیتی ادارے ہیں ۔ان کے علاوہ تملناڈو میں 939 ، کرناٹک میں 699 ،مغربی بنگال میں 697 ، مدھیہ پردیش میں 499 ، آندھراپردیش میں 436 ،راجدھانی دہلی میں 249 ، چھتیس گڑھ میں 232 ، مہاراشٹر میں 199 اور اتراکھنڈ میں 110 اقلیتی تعلیمی ادارے ہیں ۔دیگر ریاستوں میں بہت کم ایسے ادارے ہیں۔

یہ تمام ادارے صرف مسلمانوں کے نہیں بلکہ ان میں دیگر اقلیتوں کے ادارے بھی شامل ہیں ۔ جہاں اتنے اقلیتی ادارے ہوں پھر بھی اقلیتوں میں خواندگی کی شرح کم اور ڈراپ آؤٹ کی شرح زیادہ ہو تو تشویشناک امر ہے ۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقلیتی تعلیمی ادارے یا تو ضرورت سے کافی کم یا وہ اقلیتوں کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے میں ناکام ہیں ۔دراصل سارا کھیل روزگار کا ہے ۔ان اداروں یا کسی بھی تعلیمی ادارے سے تعلیم کے حصول کے بعد اس کی گارنٹی نہیں رہتی ہے کہ روزگار ملے گا۔

ایک تو اس وقت ملک میں روزگار کی ویسے ہی بہت کمی ہے ، اس کے مواقع پیدا کرنے پر حکومت خاطر خواہ توجہ نہیں دے رہی ہے ، دوسرے جو بھی روزگار ہیں وہ بھی ختم ہو رہے ہیں یا ان کو ختم کیا جا رہا ہے ۔تب ہی تو ملک میں بے روزگاری کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے ۔بے روزگاری کی شرح گزشتہ 45 برسوں میں سب سے اوپر پہنچ گئی ہے ۔نیشنل سمپل سروے آفس کی 18-2017 کی رپورٹ کے مطابق ملک میں بے روزگاری کی شرح 6ء1 فیصد تک پہنچ چکی ہے ۔یہ صورت حال اس وقت ہے جب وزیر اعظم نریندر مودی نے 2014 کے پارلمانی انتخابات میں وعدہ کیا تھا کہ اگر ان کی سرکار بنی تو ہر سال دو کروڑ لوگوں کو روزگار دیا جائے گا لیکن اب سرکار اس پر بولنے سے کتراتی ہے اور سوالات کا جواب نہیں دیتی ۔

ایران کے خلاف امریکہ کی محاذ آرائی

ایران کے خلاف امریکہ نے ایک بار پھر محاذ آرائی تیز کردی ہے ،اپریل کے مہینے میں ٹرمپ انتظامیہ نے تہران پر ایک نہیں دو دو کرارے وار کئے اور اب یہ بالکل واضح ہوتا جا رہا ہے کہ ایران کی شامت آنے والی ہے ، پہلے تو ایران کے پاسداران انقلاب کو دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا گیا اور اس کے بعد ایران سے تیل خریدنے والے ممالک کو وارننگ دی گئی کہ وہ یکم/مئی تک اپنی خریداری بند کردیں یا پھر نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہوجائیں ، امریکہ نے ایرانی تیل کے آٹھ بڑے خریداروں کو چھ ماہ تک کے لئے ایران سے تیل درآمد کرنے کی چھوٹ دے رکھی تھی ، صاف لگ رہا ہے کہ ایران بہت بڑے بحران کا شکار ہونے والا ہے۔

امریکہ نے کسی ملک کے حکومتی ادارے کو پہلی بار دہشت گرد قرار دیا ہے ، اس طرح قلم کی ایک جنبش سے امریکی صدر نے ایک آزاد ملک کے ایک خودمختار ادارہ کے گیارہ لاکھ اراکین کی پیشانی پر راتوں رات دہشت گردی کا لیبل چپکا دیا ، ٹرمپ کا الزام ہے کہ ایران دہشت گردی کا ریاستی سرپرست ہے اور پاسداران انقلاب دہشت گردی کو ایک ریاستی آلہ کار کے طور پر الزام لگاتا رہا ہے ، (امریکہ پاسداران انقلاب پر شام میں بشارالاسد ، لبنان میں حزب اللہ ، یمن میں حوثیوں اور فلسطین میں حماس کی مالی معاونت کا الزام لگاتا رہا ہے)۔

پاسداران انقلاب ۱۹۷۹ء کے آیت اللہ خمینی کے اسلامی انقلاب کے بعد وجود میں آیا تھا اور اس کا مقصد ایران کے اسلامی نظام کی حفاظت کرنا تھا ، بی بی سی کے مطابق پاسداران انقلاب ایران کی ایک بہت بڑی عسکری ، سیاسی اور اقتصادی طاقت ہے جس کا رہبر اعلی آیت اللہ علی خامنہ ای اور ملک کے دوسرے سرکردہ ہستیوں سے گہرا تعلق ہے۔

اسلامی انقلاب کے دوران تہران میں واقع امریکی سفارت خانہ میں ۵۸/امریکیوں کو ۴۴۴/دنوں تک یرغمال بنا کر رکھا گیا تھا ، اس واقعہ کو اور اسلامی انقلاب کو چالیس سال ہوچکے ہیں اور دونوں ممالک کی دشمنی بھی اتنی ہی پرانی ہے ، پچھلی چار دہائیوں میں ہر امریکی صدر نے ایران کے خلاف محاذ آرائی کی ہے لیکن ٹرمپ شاید وہ واحد صدر ہیں جنہوں نے وائٹ ہاؤس میں قدم رکھنے کے پہلے دن سے ہی اپنی ایران دشمنی کا کھل کر اعلان کردیا تھا ، اور وہ بھی امریکہ کے نہیں بلکہ اسرائیل کے مفادات کے تحفظ کی خاطر ۔اپنی انتخابی مہم کے دوران انہوں نے بار بار اپنے اس عزم کا اعادہ کیا تھا کہ صدر منتخب ہوجانے کے بعد وہ اس نیوکلیئر معاہدے کو پھاڑ کر پھینک دیں گے جو ان کے پیش رو ''براک اوبامہ'' نے سفارتی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۲۰۱۵ء میں ایران کے ساتھ کیا تھا ، پچھلے سال مئی میں ٹرمپ نے اپنی دھمکی پر عمل کر دکھایا ، ذہن نشیں رکھیں کہ یہ صرف امریکہ اور ایران کے مابین کیا گیا دوطرفہ معاہدہ نہیں تھا ، اس میں برطانیہ ، فرانس ، جرمنی روس اور چین جیسی دنیا کی عظیم طاقتیں بھی شامل تھیں اور یہ اقوام متحدہ کے زیرنگرانی کیا گیا تھا (ٹرمپ کو ایران کے جوہری پروگرام سے خدا واسطے کا بیر رہا ہے ، لیکن بہت کم لوگوں کو شاید پتہ ہے کہ ۱۹۵۷ء میں ایران کے پرامن جوہری توانائی کے پروگرام کے لئے امریکی صدر ''آئزن ہاور'' نے ٹکنالوجی فراہم کی تھی)۔

گزشتہ ڈھائی برسوں میں مشرق وسطی کے حوالے سے ٹرمپ نے جتنے بھی فیصلے کئے ہیں وہ سب کے سب غیر قانونی ہیں ، اقوام عالم نے ان پر اعتراض بھی کئے لیکن ٹرمپ اسرائیل نوازی میں اتنے اندھے ہوچکے ہیں کہ انہیں نیتن یاہو کی عیارانہ مشوروں کے علاوہ کچھ نہیں سنائی دیتا ہے ، متنازعہ یروشلم کو اسرائیل کی راجدھانی تسلیم کرنے کا فیصلہ ہو یا شام کی گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کے ناجائز تسلط کو تسلیم کرنے کا فیصلہ ، ایران جوہری معاہدہ مسترد کرنے کا فیصلہ ہو یا پاسداران انقلاب کو دہشت گرد قرار دینے کا فیصلہ ان میں سے کسی بھی فیصلے سے امریکہ کا کوئی خاص مفاد وابستہ نہیں ہے۔

ایران کے تیل برآمدات کو مکمل طور پر منجمد کروادینے کی ٹرمپ کی جو سازش ہے وہ تو عالمی معیشت کے لئے بھی بے حد نقصان دہ ہے ، اس تباہ کن اقدام سے عالمی منڈی میں تیل کی قیمت ۸۰/ڈالر فی بیرول سے بھی زیادہ بڑھ سکتی ہے اور تیل کی شدید قلت بھی ہوسکتی ہے ، عالمی معیشت امریکہ کی تیل کی سیاست سے بحران کا شکار ہوسکتی ہے ، ایران سے تیل کے امپورٹ کی منسوخی سے ہندوستان کی اکانومی بھی کافی متاثر ہوسکتی ہے ، پاسداران انقلاب کو اسرائیلی الیکشن کے دو دن قبل دہشت گرد قرار دینے کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے نیویارک ٹائمز نے لکھا کہ امریکی صدر نے دراصل نیتن یاہو کی فتح کو یقینی بنانے کے لئے ایک آخری کوشش کرڈالی کیونکہ اس بار صیہونی وزیر اعظم کو سپاہی حریفوں سے سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ، اب تو اسرائیل کھلم کھلا یہ اعلان کرنے لگا ہے کہ ٹرمپ اس کی تابعداری کرتے ہیں۔

پاسداران انقلاب کے فیصلے کے بعد نیتن یاہو نے جو ٹوئیٹ کیا اس نے وائٹ ہاؤس کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے ، میری ایک اور اہم درخواست پر عمل کرنے کے لئے آپ کا شکریہ میرے عزیز دوست صدر ٹرمپ۔'' اسرائیلی روزنامہ Haaretz میں حال میں ایک مضمون شائع ہوا ہے ، جس کا عنوان ہی پوری کہانی بیان کرنے کے لئے کافی ہے ، مضمون کے عنوان کا آزاد ترجمہ کچھ یوں تھا ، اسرائیل کے لئے ٹرمپ کی ایران پالیسی ایک کبھی نہ ختم ہونے والا تحفہ ہے ، اگر ابھی بھی کسی کو ٹرمپ کی اندھی اسرائیل نوازی میں کوئی شبہ ہے تو ان کے لئے امریکی وزیر خارجہ مائک پومپینو کا ایک بیان کافی ہے ، چند ہفتے قبل یروشلم کے ایک ٹی وی چینل کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں پومپینو نے کہا کہ بہت ممکن ہے کہ خدا نے ٹرمپ کو اسرائیل کو ایران کی جارحیت سے بچانے کے لئے بنایا ہے ، امریکی سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ وزیر خارجہ کومپینو اور قومی سلامتی مشیر جان بولٹن امریکی صدر کو ایران سے جنگ کے لئے اکسا رہے ہیں تاکہ صدر روحانی کا تختہ الٹا جاسکے ، ٹرمپ انتظامیہ کے پچھلے ماہ کئے گئے دونوں اقدام دراصل ایران کے خلاف کی جانے والی امریکی فوجی کارروائی کے واضح اشارے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے تاریخی کارنامے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے واقعات اور حالات میں سب سے زیادہ جو چیز قابل لحاظ ہے وہ غیر مذہب والوں کے ساتھ ان کا طرز عمل ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مذہب کی مجسم تصویر تھے، مذہبی حیثیت سے ان کو عمر ثانی کا لقب دیا گیا ہے۔ اس لئے غیر مذہب والوں کے ساتھ ان کا جو طرز عمل تھا وہ انکی شخصی حالت نہیں بلکہ گویا مذہب اسلام کا اصلی طرز عمل ہے۔ ان واقعات میں سے ہم ایک واقعے کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسند خلافت پر متمکن تھے، ایک عیسائی نے جو حمص کا رہنے والا تھا، دربار میں آکر شکایت کی کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بیٹے عباس نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس کی طرف دیکھا، عباس نے کہا یہ زمین مجھ کو میرے باپ ولید نے بطور جاگیر عنایت کی تھی، چنانچہ اس کی تحریری سند میرے پاس موجود ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے عیسائی کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم کیا جواب دیتے ہو؟ اس نے کہا: امیر المومنین! میں خدا کی تحریر (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ چاہتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس کی طرف مخاطب ہو کر کہا عباس! خدا کی تحریر تیرے باپ (ولید بن عبدالملک) کی تحریر پر مقدم ہے، یہ کہہ کر وہ زمین عباس کے قبضے سے نکال کر عیسائی کو دلا دی۔

ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابل قدر رہے، سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کاروایوں کو مٹانا تھا، سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمیندار کی حیثیت سے رعایا کے قبضے میں تھا، اپنے خاندان کے ممبروں کو جاگیر میں دے دیا تھا، جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانے میں بڑے بڑے صوبے شہزادوں کو جاگیر میں دے دیئے جاتے تھے، عمر بن عبدالعزیزؒ تخت خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اس کا خیال ہوا، لیکن ایسا کرنا تمام خاندان خلافت کو دشمن بنا لینا تھا، تاہم انہوں نے اس کی کچھ پروانہ کی۔

اول اول جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تو تمام خاندان نے ام عمر کو جو عمر بن عبدالعزیزؒ کی پھوپھی تھیں، سفیر مقرر کر کے بھیجا، انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس جا کر کہا کہ تمام خاندان برہم ہے اور مجھ کو ڈر ہے کہ عام بغاوت نہ ہو جائے، اور لوگ ہنگامہ نہ کر دیں، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا میں قیامت کے سوا اور کسی دن سے نہیں ڈرتا، وہ مایوس ہو کر چلی آئیں۔ خود عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبضے میں بھی اس قسم کی جاگیریں تھیں جو ان کے خاندان کو بنی امیہ کی طرف سے عنایت ہوئی تھیں، عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب ان جاگیروں کا فیصلہ کرنا چاہا تو بڑے بڑے مذہبی علماء کو بلایا اور کہا کہ ان جاگیروں کی نسبت آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ مکحول نے دب کر جواب دیا عمر بن عبدالعزیزؒ نے دوسرے عالم میمون کی طرف رخ کیا کہ تم خدا لگتی کہو، انہوں نے کہا اپنے صاحبزادے عبدالملک کو بلا لیجیے، وہ آئے تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کیوں عبدالملک اس معاملے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا سب واپس کر دینی چاہئے، ورنہ آپ کا شمار بھی ان ہی ظالموں اور غاصبوں میں ہوگا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے غلام سے جن کا مزاحم تھا، اور جن کو وہ بہت مانتے تھے، کہا کہ لوگوں نے جو زمینیں ہم کو دیں، نہ وہ اس کے دینے کے مجاز تھے، اور نہ ہم کو ان کے لینے کا حق تھا، تمہاری کیا رائے ہے؟ مزاحم نے کہا: امیر المومنین آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بال بچے کتنے ہیں؟ یعنی ان کا گزر کیونکر ہوگا، عمر بن عبدالعزیزؒ کے آنسو نکل آئے اور کہا: ان کا خدا مالک ہے، یہ کہہ کر گھر میں چلے گئے، مزاحم وہاں سے اٹھ کر عبدالملک (فرزند عمر بن عبدالعزیزؒ) کے پاس گئے اور کہا: بڑا غضب ہوا چاہتا ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ تمام خاندانی جاگیروں سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں، لیکن میں نے ان سے کہا کہ اپنی اولاد کا لحاظ کر لیجئے، عبدالملک نے کہا: استغفر اللہ! تم نے بہت بری رائے دی، یہ کہہ کر عبدالملک عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس گئے وہ اس وقت خواب راحت میں تھے، پہرے والے نے کہا کہ تم لوگ امیر المومنین پر رحم نہیں کرتے، دن بھر میں ایک لحظہ تو ان کو آرام لینے دو، عبدالملک نے کہا: تیری ماں مرے، تو جا ان سے کہہ تو سہی، عمر بن عبدالعزیزؒ کے کانوں میں یہ آواز پڑی، عبدالملک کو اندر بلا لیا اور کہا: جان پدر! یہ کون سا ملاقات کا وقت ہے، انہوں نے واقعہ بیان کیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا: میں نماز ظہر کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کا اعلان کر دوں گا، عبدالملک نے کہا: اس کا کون ذمے دار ہے کہ آپ اس وقت تک زندہ رہیں گے، غرض اسی وقت عمر بن عبدالعزیزؒ باہر آئے۔ شہر میں منادی کرادی گئی کہ لوگ مسجد میں جمع ہوں، عمر بن عبدالعزیزؒ نے منبر پر چڑھ کر کہا: صاحبو! میں ان تمام زمینوں کو جو لوگوں نے ہمارے خاندان کو دی تھیں، واپس کرتا ہوں، کیونکہ دینے والوں کو نہ دینے کا حق تھا، نہ ہم کو لینے کا۔ یہ کہہ کر جاگیرات کی جو سندیں تھیں، صندوق سے نکلوائیں، اور قینچی سے کتر کتر کر ان کو پھینکنا شروع کیا، یہ جاگیریں کچھ یمن میں تھیں جن کا مکیدس، جبل اور درس تھا، کچھ یمامہ میں تھیں، چنانچہ سب سے پہلے ان زمینوں سے دستبرداری ظاہر کی۔

بنوامیہ نے یہ غصب کیا تھا کہ باغ فدک کو جس کو حضرت فاطمہ زہراءؓ کے تقاضے پر بھی حضرت ابوبکرؓ نے اس بنا پر نہیں دیا کہ وہ عام مسلمانوں کا حق ہے، اپنا خالصہ بنا لیا تھا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو خاندان رسالت میں منتقل کر دیا، خاندان بنوامیہ میں ان کارروائیوں سے سخت برہمی پیدا ہوئی، سب نے متفق ہو کر ہشام بن عبدالملک کو عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس بھیجا کہ اس فیصلے پر نظر ثانی کریں اور قدما جو فیصلہ کر گئے اس کو بحال رکھیں، عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر میرے سامنے ایک فرمان امیر معاویہ کا پیش کیا جائے اور ایک عبدالملک کا تو مجھ کو کس پر عمل کرنا چاہئے؟ ہشام نے کہا: جو مقدم ہو، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا: تو خدا کا فرمان (قرآن) سب پر مقدم ہے۔

عمر بن عبدالعزیز کو تمام خاندان میں ابن سلیمان سے بہت محبت تھی، وہ اپنی جاگیر کی سند لے کر آئے کہ میری زمین آپ کیوں چھینتے ہیں، ؟ فرمایا کہ پہلے یہ زمین کس کے قبضے میں تھی؟ بولے کہ حجاج کے، فرمایا تو حجاج کی اولاد کا حق ہے تم کون ہوتے ہو؟ ابن سلمان نے کہا: اصل میں یہ زمین عام مسلمانوں کی تھی، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا پھر تو عام مسلمانوں کو ملنی چاہئے، ابن سلیمان رونے لگے، مزاحم نے کہا، امیر المومنین! آپ ابن سلیمان کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہیں، فرمایا: ہاں میں ابن سلیمان کو اپنے بیٹے کے برابر چاہتا ہوں، لیکن میں خود اپنے نفس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہوں۔

بنوامیہ کے دفتر اعمال میں سب سے زیادہ قوم کو برباد کرنے والا یہی واقعہ ہے کہ انہوں نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا، عبدالملک نے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے، اور جو شخص ایسا کرے گا سزا پائے گا، اگرچہ اس پر بھی آزادی پسند عرب کی زبانیں بند نہ ہوئیں، تاہم بہت کچھ فرق آ گیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس بدعت کو بالکل مٹا دیا، دو نہایت متدین اور راست باز شخص اس کام پر مقرر کئے کہ عدالت کے وقت ان کے پاس موجود رہیں اور ان سے جو غلطی سرزد ہو، فوراً ٹوک دیں، ان کے اس طرز عمل سے لوگوں کو عام طور پر جرأت ہو گئی تھی، اور لوگ نہایت بے باکی سے ان کے افعال واقوال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔

آج کل مذہبی جوش اور مذہبی عصبیت کی یہ علامت خیال کی جاتی ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں سے نفرت ظاہر کی جائے اور جہاں تک ممکن ہو، ان کی تحقیر اور تذلیل کی جائے۔ یہاں تک کہ اکثر فقہی کتابوں میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کو گھوڑے کی سواری کی اجازت نہیں دینی چاہئے، لیکن لوگوں کو حیرت ہوگی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ جو ہمہ تن مذہبی تھے، ان کا طرز عمل اس کے خلاف تھا، محدث ابن جوزی نے اسی کتاب میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک جو خاندان بنی امیہ کا دست و بازو تھا، اس نے ایک گرجا کے متولیوں کے مقابلے میں دعویٰ دائر کیا، فریق مقدمہ جو عیسائی تھے، اجلاس میں حسب قاعدہ کھڑے تھے، لیکن مسلمہ کو چونکہ خاندانی زعم تھا، اس لئے بیٹھ کر گفتگو کرتا تھا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا، تمہارا فریق مقدمہ کھڑا ہے، اس لئے تم بیٹھ نہیں سکتے تم بھی اس کے برابر کھڑے ہو جاؤ، یا کسی اور کو مقرر کرو، جو تمہاری طرف سے مقدمے کی پیروی کرے، مقدمے کا فیصلہ بھی مسلمہ کے خلاف کیا، یعنی متنازعہ زمین گرجا کے متولیوں کو دلا دی، عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر عیسائیوں اور یہودیوں کے یہاں مہمان ہوتے تھے، لیکن ان کے کھانے کی قیمت دے دیا کرتے تھے، وفات کے وقت اپنے مقبرے کے لئے جو زمین پسند کی وہ ایک عیسائی کی تھی، اس کو بلا کر خریدنا چاہا، اس نے کہا: امیر المومنین! قیمت کی ضرورت نہیں، ہمارے لئے تو یہ امر برکت کا باعث ہوگا، لیکن انہوں نے نہ مانا اور تیس دینار دے کر وہ زمین خرید لی۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت وسلطنت کا اصلی اصول مساوات اور جمہوریت تھی، یعنی یہ کہ تمام لوگ یکساں حقوق رکھتے ہیں، اور بادشاہ کو کسی پر کسی قسم کی ترجیح حاصل نہیں، صرف ملکی امور میں نہیں بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی میں بھی وہ اس کا لحاظ رکھتے تھے، ان کے کھانے کا یہ طریقہ تھا کہ عام مسلمانوں کے لئے جو لنگر خانہ تھا، اس میں ایک درہم روز بھیج دیا کرتے تھے، اور وہیں جا کر عام مسلمانوں کے ساتھ کھا لیتے تھے۔

ایک دفعہ رات کے وقت مسجد میں گئے، ایک شخص مسجد کے صحن میں لیٹا ہوا تھا، اتفاق سے عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاؤں کی ٹھوکر اس کو لگی، اس نے جھلا کر کہا، کیا تو پاگل ہے؟ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ نہیں، پولس کے آدمی موجود تھے، انہوں نے اس شخص کو گستاخی کی سزا دینی چاہی، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا، کیوں، اس نے کیا گناہ کیا ہے؟ اس نے تو صرف استفسار کیا تھا کہ کیا تم پاگل ہو؟ میں کہہ دیا نہیں۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحبزادوں میں سے عبدالملک اپنے باپ کا نمونہ تھے، اور اس بنا پر یہ ان سے نہایت محبت رکھتے تھے، ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے میمون بن مہران کو بلا کر کہا کہ میں عبدالملک کو بہت اچھا سمجھتا ہوں، لیکن غالباً یہ رشتہ پدری کا اثر ہے، ذرا تم جا کر آزماؤ، تمہاری کیا رائے قائم ہوتی ہے، وہ عبدالملک کے پاس گئے، باتیں ہو رہی تھیں کہ عبدالملک کے غلام نے آکر کہا کہ میں انتظام کر دیا، میمون نے پوچھا کیا؟ عبدالملک نے کہا: میں اس کو حکم دیا تھا کہ حمام میرے نہانے کے لئے خالی کرا دو، میمون نے کہا: اللہ اکبر! میرا خیال تمہاری نسبت بہت اچھا تھا، لیکن اب میرے خیال میں فرق آ گیا، تم کو اس کا کیا حق حاصل ہے کہ حمام کو اپنے لئے خاص کر لو اور عام لوگوں کو نہانے سے روک دو؟ عبدالملک نے کہا: میں نے تمام دن کا کرایہ ادا کر دیا ہے، میمون نے کہا: تو یہ فضول خرچی ہے، تم عام مسلمانوں کے برابر ہو، انہوں نے کہا، کیا کروں، لوگ حمام میں ننگے نہاتے ہیں، اس لئے میں ان کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا، میمون نے کہا: تو رات کو نہایا کرو، عبدالملک نے کہا: آئندہ ایسا ہی کروں گا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ جب انتقال کے قریب تھے تو مسلمہ بن عبدالملک نے کہا کہ وصیت کر جایئے، کہا: میرے پاس کیا ہے جس کی وصیت کروں، مسلمہ نے کہا: میں ابھی لاکھ روپیے بھیجے دیتا ہوں، اس میں سے وصیت کیجئے، فرمایا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ رقم جن لوگوں سے وصول کی ہے ان کو واپس دے دو، مسلمہ یہ سن کر بے اختیار رو پڑے۔

اس سلسلے میں یہ امر بیان کرنے کے قابل ہے کہ خلفاء بنی امیہ کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ جب ہشام بن عبدالملک نے وفات کی تو اس کے ترکے میں سے صرف اولاد ذکور کو جس قدر نقدی رقم وراثت میں ملی اس کی تعداد ایک کروڑ دس لاکھ تھی، لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب وفات پائی تو کل سترہ دینار چھوڑے، جس میں سے تجہیز و تکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد دس دینار بچے اور ورثاء پر تقسیم ہوئے، غرض عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت اور سلطنت ٹھیک اسی اصول کا نمونہ تھی، جو اسلام نے قائم کیا تھا، اور جس کو سلاطین بنی امیہ و عباسیہ میں تلاش کرنا بالکل بے فائدہ ہے، یہ لوگ درحقیقت خلیفہ نہ تھے، بلکہ کسریٰ و قیصر تھے۔ (علامہ شبلی نعمانیؒ)

مغربی تہذیب کا خوفناک اور سفاک چہرہ

پروفیسر جمیل چودھری

مغربی تہذیب کو مثبت اور منفی پہلوؤں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اس کے مثبت پہلوؤں کا ذکر اکثر تحریروں میں ہوتا رہتا ہے،آج اس تہذیب جدید کے دوسرے اور بھیانک رُخ کا ذکر کرتے ہیں۔قدیم تاریخ اور موجودہ مغربی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک سفاک تہذیب ہے۔انسانیت کی سب سے بڑی قاتل ہے ۔تا تاریوں نے بھی اتنے لوگوں کو قتل نہیں کیا جتنے اس مغربی تہذیب کے ہاتھوں مارے گئے۔یورپ کی اپنی قوموں کے درمیان مذہبی اور نسلی بنیادوں پر لڑی گئی دہائیوں پر مشتمل جنگیں ہوتی رہیں۔یہاں لاکھوں کی تعداد میں لوگ مارے گئے ۔جرمن اور روس کی جنگ بھی بے شمار لوگوں کو نگل گئی،تحریک اصلاح کے بعد پروٹیٹنٹ اور کتھیولک لڑائیاں بڑی معروف ہیں۔پہلی جنگ عظیم میں ۲ کروڑ لوگ لقمہ اجل بنے اور دوسری جنگ عظیم میں ۱۰ کروڑ لوگوں کا خاتمہ ہوا۔یہ دونوں جنگیں مغرب نے ہی شروع کی تھیں۔کولمبس کے دریافت کے بعد شمالی امریکہ کے قدیم باشندوں کو وحشیانہ انداز سے ختم کیا گیا اور ایسے ہی کچھ سالوں بعد جنوبی امریکہ اور آسٹریلیا کے باشندوں کے ساتھ ہوا۔یہاں کے قدیم باشندوں اور ان کی تہذیبی باقیات کو اب صرف میوزیم میں ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ان تینوں براعظموں میں کروڑوں قدیم لوگ آباد تھے لیکن ہوس علاقہ اور وسائل نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔یہاں سے لوٹ مار کے بعد جب یورپ دولت مند ہوگیا اور نئے ہتھیار بنالیے تو پھر قدیم مشرق کی طرف اس کا رُخ ہوگیا۔ایشیا اور افریقہ میں مارے گئے لوگوں کی تفصیل تو ایک علیحدہ کتاب میں ہی بیان کی جاسکتی ہے۔

دور جدید میں افغانستان،عراق،شام اور لیبیا میں وہی تباہی ہمارے سامنے ہورہی ہے۔یہاں کی آبادیاں یا تو ماری گئیں یا ملک چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں۔ماہرین نے اس تمام بربادی کا اندازہ ایک ارب انسانوں کا لگایا ہے ۔سفاکیت کا دوسرا مظاہرہ مغربی سرمایہ دار خوراک کے نرخ بڑھا کر کرتے ہیں۔ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۸ء میں مغرب خصوصاً امریکہ میں سب سے زیادہ غلہ اور دیگر خوردنی اشیاء پیدا ہوئیں لیکن المیہ یہ تھا کہ لوگوں کے پاس خریدنے کے لیے پیسے نہ تھے ۔ایک رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ بیسویں صدی کے آخر میں ۷۰/لاکھ لوگ صرف بھوک سے مرگئے اور اب بھی تمام دنیا میں خوراک کے نرخ بہت بلند ہیں۔اس کی وجہ خوراک کی رسد نہیں بلکہ غلہ فروخت کرنے والے سرمایہ داروں کا نفع کا لالچ ہے،وہ ان بنیادی ضروری اشیاء کے نرخ عوام کی قوت خرید کے برابر لانے کے لیے تیار نہیں ہوتے ۔اکثر اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ زائد غلے کو اٹھا کر سمندر برد کردیتے ہیں اس کے نرخ کم نہیں کرتے ۔تاریخ قدیم کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ گزشتہ ۷/تہذیبوں میں لوگ کبھی بھوک سے نہ مرے تھے،ہر ایک انسان اور قوم کو کھانے پینے کی اشیاء آسانی سے میسر تھیں۔اس وقت بھی ماہرین بتاتے ہیں کہ بھوکے لوگوں کی تعداد دنیا میں ۱۰ کروڑ کے قریب ہے اور یہ تعداد منجمد نہیں ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھ رہی ہے۔ایسے لوگوں کی تعداد ایشیا اور افریقہ میں سب سے زیادہ ہے۔ترقی یافتہ دنیا میں بھی ایسے لوگ بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔یہ سرمایہ داروں نے پیدا کررکھی ہے۔سرمایہ دار صرف ایک ہی کام جانتے ہیں وہ ہے زیادہ سے زیادہ نفع کمانا۔ان کا اس سے تعلق ہی نہیں ہوتا کہ اردگرد کے علاقے میں لوگ بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔سرمایہ داری نے اس کے سب سے بڑی وکیل کے گھر میں مسائل پیدا کردیئے ہیں۔امریکہ کے ۸۰/فیصد وسائل وہاں کی صرف ایک فیصد آبادی کے پاس آچکے ہیں۔امریکہ کے غریب کچھ بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ظاہراً امریکہ میں جمہوری نظام ہے اور اپنے نمائندے منتخب کرنے کا اختیار ہے،لیکن حکومتوں کے تبدیل ہونے کے باوجود وہاں غریبوں کے حالات جوں کے توں رہتے ہیں۔

مغربی تہذیب کی سفاکیت کا اظہار خطرناک ترین اسلحہ کے ایجاد سے بھی ہوتا ہے،مغرب والوں نے فاسفورس بم ایجاد کیا جس کی لگائی گئی آگ پانی سے بھی نہیں بجھتی۔جدید مغربی انسان نے حیاتیاتی جراثیموں پر مبنی ہتھیاروں،جوہری بموں اور بے شمار قسم کے اسلحہ کے ذخائر اتنی بڑی تعداد میں جمع کرلیے ہیں کہ ان سے موجودہ ۷/ارب پر مشتمل دنیا کو کئی دفعہ تباہ کیا جاسکتا ہے۔ناگاساکی اور ہیروشیما کے مناظر ذہن میں آتے ہی جسم پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔یہ جوہری بم تو ابتدائی دور کے تھے موجودہ ہیڈروجن اور نائٹروجن بموں کے سامنے تو پورا کرہ ارض چند لمحوں کی مار ہے ۔ایسے خطرناک ہتھیاروں کو جان کر معروف سائنسدان سٹیفن ہاکنگ نے کہا تھا کہ اب یہ کرۂ ارض انسان جیسی اعلیٰ مخلوق کے رہنے کے قابل نہیں رہا،اسے کسی اور سیارہ پر منتقل ہوجانا چاہیے۔اگر جوہری ہتھیار مشرق کے کچھ ممالک نے بنائے ہیں تو وہ صرف مغرب کے حملے کے توڑ کے لیے بنائے ہیں اور بہت دیر بعد بنائے ہیں۔اب مغربی تہذیب کی ایک اور گھناؤنی صورت حال کا ذکر کرتے ہیں۔اس صورت حال نے قدیم زمانے سے چلے آنے والے اخلاقی اور وحی پر مبنی تمام اصولوں کا خاتمہ کردیا ہے،انسانی تعلقات اور رشتے اشیاء جیسی کم اہم صورت میں بدل رہے ہیں۔صرف سرمایہ ہی سب سے اہم قدر رہ گیا ہے ،ہر شے اسی پر جانچی جارہی ہے ۔باپ،بیٹی،بہو،ساس،سالی اور پوتی سے جنسی تعلقات قائم کررہا ہے ۔ماں،بیٹے اور نواسے سے منہ کالا کررہی ہے ۔مغرب میں محرمات سے جبراً جنسی تعلقات ایک عام بات ہے،یہ آزادی کی قدر کا نتیجہ ہے،یہاں مساوات کے فلسفے کے تحت سب برابر ہیں۔کسی سے بھی جنسی تعلقات میں فرق نہیں۔ان باتوں کی تفصیل لکھتے وقت تو ہمارے قلم کو بھی شرم آتی ہے لیکن مغربی تہذیب کے گن گانے والوں کے لیے کچھ اشارات ضروری بھی ہیں۔اجنبی عورت سے تعلق قائم کرنے کی زحمت اٹھانے،خطرناک جنسی بیماریاں سمیٹنے اور ناز برداری کے لیے پیسے خرچ کرنے کے بجائے گھر میں میسر انواع واقسام کی جنسی نعمتوں سے کیوں استفادہ نہ کیا جائے؟عورت عورت سے شادی کررہی ہے،مرد اور مرد کے قانونی جوڑے بن رہے ہیں۔ہم تو امریکہ کی سپریم کورٹ کے اعلیٰ بزرگ قانونی ماہرین کے فیصلے پر حیران ہیں جنہوں نے ہم جنس پرستی پر مشتمل شادیوں کو قانونی جواز فراہم کردیا۔ایک پورا سال سوچ و بچار کے بعد بھی انہوں نے انسانیت دشمن فیصلہ ہی سنایا۔بچے پیدا کرکے سڑکوں پر پھینکے جارہے ہیں،دوسری شادی قانوناً ممنوع ہے لیکن سینکڑوں عورتوں سے ناجائز تعلقات رضامندی سے رکھے جائیں تو یہ بالکل درست ہے ۔مغرب میں کسی شوہر یا بیوی کا ایک دوسرے سے حق زوجیت کی ادائیگی کے لیے ہلکا پھلکا جبر بہت بڑا ظلم اور ناقابل معافی جرم ہے۔یہ جرم Marital Rape کہلاتا ہے جس کی سزا بہت سخت ہے اور بعض ممالک میں سزا سات سال تک قید ہے۔نکاح شدہ زانی اور زانیہ کے جرم زنا کی اصطلاح مغرب میں RapeSpousal کہلاتا ہے۔یہ وہ مغرب ہے جہاں بغیر نکاح ناجائز تعلقات آزادی،لذت اور مزہ کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔یہ آزادی کی انتہا ہے،دوسری جانب شرپسندی کا یہ عالم کہ اگر کوئی شادی شدہ اپنی خواہش نفس جائز طریقہ سے پوری کرنے کے لیے اپنے جیون ساتھی کی مرضی کا خیال نہ رکھے تو اسے Rape یعنی زنا کہا جاتا ہے،یہ فلسفہ زنا،آزادی،بنیادی مساوات اور جسم میری ملکیت سے اخذ کیا گیا ہے،اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مغرب میں نکاح کے بغیر زناکاری آسان ترین بن چکی ہے۔مگر نکاح کے بعد ازدواجی تعلقات مشکل ترین ہوچکے ہیں۔

تاریخ انسانی میں ایسی ذلیل ترین تہذیب کبھی پیدا نہیں ہوئی جس نے نکاح کے ادارے کو اس طرح برباد کیا ہو۔اس لیے ردعمل میں مغرب عورتوں اور مردوں نے شادی کرنا ترک کردیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شادی کا مطلب مصیبت،آفت اور قانون کی پابندی کے سوا کچھ نہیں۔اب مغرب میں خاندان کا ادارہ تباہ ہوگیا ہے ،اب ملکوں اور قوموں کے آزاد مرد اور عورتوں کا کسی قبیلے اور خاندان سے کوئی تعلق نہیں۔ہر فرد ہر لحاظ سے آزاد ہے،وہ جنسی بھوک مٹانے کے لیے جس کے پاس جانا چاہے چلا جائے،اس کو پوچھنے والا اس کرہ ارض پر کوئی نہیں۔کوئی کسی کی آزادی میں مداخلت نہیں کرسکتا،نہ شوہر بیوی کی،نہ باپ بیٹی کی،نہ ماں بیٹے کی حتیٰ کہ آپ اپنے چھوٹے بچے کی مرضی اور ارادے کے خلاف کوئی کام نہیں کرسکتے۔آپ کے علاوہ دوسرا جو بھی ہے وہ ایک الگ وجود ہے۔اس کی اپنی ذاتی زندگی ہے جسے بنیادی حقوق کے فلسفے کے تحت آپ کی دستبرد،رسائی،اثر اندازی اور جبر سے محفوظ کردیا گیا ہے ۔مغربی لوگوں کے نزدیک دنیا کے تمام ماں،باپ اور بزرگ بلاتفریق جابر ہوتے ہیں۔لہٰذا بچوں کو بھی اس سے محفوظ کردیا گیا ہے۔دوسرے لفظوں میں پرائیویٹ لائف کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ اپنی خلوت اور جلوت میں جو چاہیں کریں بشرطیکہ یہ آزادی دوسروں کی آزادی میں حائل نہ ہو اور سرمایہ دارانہ عقائد سے متصادم نہ ہو۔آپ کی ذاتی زندگی میں آپ کی بیوی،بچے اور گھر والے دیگر افراد شامل نہیں ہیں۔آپ کے سوا جو کوئی ہے وہ Other ہے،اسی کا نام انفرادیت پرستی ہے۔مغرب میں آزادی صرف فرد کی ہے کسی اجتماعیت،گروہ اور قبیلے کی نہیں ہوتی۔اس آزادی کے سامنے خاندان جیسا مقدم اور قدیم ادارہ بھی پاش پاش ہوچکا ہے۔اگر آپ بچے،بیوی اور شوہر کی آزادی میں مداخلت کریں گے یعنی اس کی غیر اخلاقی سرگرمیوں پر روک ٹوک کریں یا پابندیاں عائد کریں تو یہ مغرب میں قابل دست اندازی جرم ہے،جس میں قید اور جرمانے کی سزائیں شامل ہیں۔بنیادی حقوق میں مذہبی آزادی کو تحفظ دیا گیا ہے لیکن اجتماعی طور پر نہیں۔صرف ہر فرد کی مذہبی آزادی جو اس طرح روبہ عمل آئے کہ دوسرے کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔جس طرح فرانس میں کرپان،پگڑی اور سکارف پر اس لیے پابندی لگائی گئی کہ دوسروں کی آزادی متاثر نہ ہو،اس فلسفے کی وسعت کے بعد مذہبی عبادت گاہوں کا طرز تعمیر بھی تبدیل کردیا گیا۔اوپر درج کردہ زنا کی رنگارنگ اقسام سات ہزار سالہ انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی،آزادی کی راہ میں جو جذبہ،رویہ،طریقہ قانون،شریعت،وحی یا روایت حائل ہوگی اس کو ختم کرنا فلسفہ آزادی کے تحت لازمی فریضہ ہے۔مغرب میں اب ایسے لٹریچر کا سیلاب آیا ہوا ہے جس کے نام Rape in Marriage اور Licence to Rape ہے۔

سفاکیت کے ساتھ ساتھ یہ مغرب کی تہذیب کا گھناؤنا اور ننگا چہرہ ہے اس کی صرف چند جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔کیا ہم مسلمان اپنے علاقوں میں اس ننگی اور سفاک تہذیب کو دیکھنا پسند کریں گے،ایسی تہذیب کے حق میں لبرل لوگوں کا باتیں کرنا درست نہ ہے،مغرب ایسی سفاک،گھناؤنی اور ننگی تہذیب کی وجہ سے تیزی سے زوال کی طرف بڑھ رہا ہے اس لیے مسلمانوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے،تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں،اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں،موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں،رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

کشمیر معاملے پر ہند۔پاک کو کشیدگی سے بچنا چاہئے: روس

جموں وکشمیر مسئلے پر ہندوستان اور پاکستان کی سرحدوں پڑھتی ہوئی کشیدگی پر روس نے امید ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں مما لک کو کشیدگی سے بچنا چاہئے ۔اقوام متحدہ میں روس کے دیمتری پولانسکی سے صحافیوں نے جب ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی پر سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ روس اس معاملے پر انتہائی فکر مند ہے اور امید کرتا ہے کہ دونوں ملک تناؤ کی صورت حال سے بچیں گے۔ دونوں مما لک کو بات چیت کے ذریعے اپنے اختلافات کو دور کرنا چاہئے۔(یو این آئی)

ایران نے آئل ٹینکر گریس۔1 کو چھڑانے کے لئے کوئی وعدہ نہیں کیا: موسوی

ایران نے کہا ہے کہ اس نے اپنے آئل ٹینکر گریس-1 کو جبرالٹر سے چھڑانے کے لئے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ایران کے وزارت خارجہ کے ترجمان عباس موسوی نے کہا کہ ایران نے اپنا آئل ٹینکر چھڑانے کے لئے جبرالٹر سے یہ وعدہ نہیں کیا ہے کہ یہ ٹینکر شام نہیں جائے گا۔انہوں نے کہا کہ ایران نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا ہے کہ گریس-1 ٹینکر مستقبل میں کبھی شام نہیں جائے گا۔(یو این آئی)

اسرائیل اور متحدہ عرب امارات کی ایران کے سلسلے میں خفیہ میٹنگ

اسرائیل اور متحدہ عرب امارات نے ایران کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے ایک خفیہ میٹنگ کی ہے، یہ میٹنگ امریکہ کے تعاون سے ہوئی ہے۔خصوصی ذرائع کے مطابق، دونوں مما لک کے درمیان حال ہی میں بات چیت ہوئی ہے، جبکہ دوسری بات چیت کچھ دن پہلے ہوئی تھی۔(یو این آئی)

پاکستان میں ہندوستانی فلموں کی سی ڈیز فروخت کرنے والے دکانداروں پر کارروائی

ہندوستان کے جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت کے خاتمے اور آرٹیکل ۳۷۰/کی دفعات کو ختم کرنے کے بعد حکومت پاکستان کی ناراضگی بڑھتی جا رہی ہے اور اب اس نے ہندوستانی فلموں کی سی ڈیز فروخت کرنے والے دوکانداروں اور ٹیلی ویژن پر ہندوستان کی مصنوعات کے اشتہارات پر پابندی عائد کردی ہے۔پاکستانی وزیر اعظم عمران خان کی معاون خصوصی فردوس عاشق اعوان نے کہا کہ ہم نے ہندوستانی اشتہاروں پر پابندی عائد کرنے کے ساتھ ہی ہندوستانی فلموں کی سی ڈیز فروخت کرنے والی دکانوں کے خلاف بھی کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔ محترمہ اعوان نے جمعرات کے روز پاکستانی اخبار ڈان کو بتایا کہ وزارت داخلہ نے پہلے ہی ملک کے دارالحکومت میں ہندوستانی فلموں کے خلاف کارروائی شروع کر دی ہے اور توقع کی جارہی ہے کہ ملک کے دیگر حصوں میں بھی صوبائی حکومتوں کے تعاون سے یہ کارروائی شروع کی جائے گی۔(یو این آئی)

ملائشیا میں ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف جانچ شروع

ملائشیا میں پولس نے ہندوستان میں دہشت گردانہ سرگرمیوں کے لئے اکسانے اور منی لانڈرنگ کے الزامات کا سامنا کر رہے مشہور اسلامک اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک کے خلاف ۱۱۵/رپورٹیں درج ہونے کے بعد جانچ شروع کردی گئی ہے۔سی آئی ڈی کے ڈائرکٹر جنرل دات الجیر محمد نے یہ اطلاع دی۔ برنما نیوز ایجنسی کے مطابق مسٹر جیر نے سیلانگور میں پولس ہیڈکوارٹر میں نامہ نگاروں کی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ذاکر نائیک کے خلاف تعزیرات کی آرٹیکل ۵۰۴/کے تحت جانچ کی جارہی ہے اور ان کی ملک بدری پر بھی غور کیا جاسکتا ہے(یو این آئی)

سلامتی کونسل کا مسئلہ کشمیر کو بھارت کا اندرونی معاملہ تسلیم کرنے سے انکار

جموں کشمیر کی صورتحال پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں شرکاء نے جموں کشمیر کی موجودہ صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشمیر کا مسئلہ بھارت کا اندرونی معاملہ نہیں بلکہ عالمی مسئلہ ہے۔ یہ اجلاس پاکستانی وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کی جانب سے تحریر کردہ خط کے بعد بلایا گیا تھا۔اجلاس میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ۱۵/اراکین مما لک کے مندوبین نے شرکت کی۔ اجلاس کے بعد میڈیا سے بات کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں تعینات چین کے مندوب کا کہنا تھا کہ سیکیورٹی کونسل اجلاس میں کشمیر کے معاملے پر تفصیلی بات ہوئی اور تمام ارکان نے کشمیر میں انسانی حقوق کی صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کیا، بھارت نے یک طرفہ طور پر کشمیر کی حیثیت تبدیل کی، لداخ سے متعلق بھارتی اقدام سے چین کو تشویش ہے، بھارتی اقدام نے چین کی خودمختاری کو چیلنج کیا ہے۔واضح رہے کہ ۵/دہائیوں میں پہلی بار کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل کے ایجنڈے پر آیا ہے۔اس سے قبل سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر آخری بار ۱۹۷۱ء میں زیر بحث آیا تھا۔(نیوز ایکسپریس)

اسرائیل نے امریکی کانگریس کی مسلمان اراکین کے داخلے پر پابندی لگائی

امریکی ڈیموکریٹک پارٹی سے تعلق رکھنے والی دو مسلمان خاتون قانون سازوں الہان عمر اور رشیدہ طلیب کے اسرائیل میں داخلے پر پابندی کے بعد اسرائیلی وزیر اعظم بنیامن نتن یاہو نے کہا ہے کہ ان کے ملک کا قانون ایسے لوگوں کو وہاں آنے کی اجازت نہیں دیتا جو اسرائیل کے بائیکاٹ کا مطالبہ کرتے ہیں۔الہان عمر اور رشیدہ طلیب امریکی کانگریس کی پہلی مسلمان اراکین ہیں اور انھوں نے حال ہی میں اعلان کیا تھا کہ وہ اگلے ہفتے مقبوضہ مغربی کنارے اور مشرقی یروشلم کا دورہ کریں گی۔دونوں کانگریس اراکین نے اسرائیل کے بائیکاٹ کی تحریک کی حمایت بھی کی تھی۔ان پر عائد کردہ پابندی پر وزیر اعظم بنیامن نتن یاہو کا کہنا تھا کہ اسرائیل امریکی کانگریس کی عزت کرتا ہے۔سب کو تنقید کرنے کا حق دیتا ہے لیکن اسرائیلی قانون ایسے لوگوں کو ملک میں داخلے کی اجازت نہیں دیتا جو بائیکاٹ کا مطالبہ کرتے ہوں۔(بی بی سی لندن)

بزنس روزگار و کیریئر

آٹو انڈسٹری پر بحران کے بادل، ملازمتوں پر بھی خطرہ

ملک کی آٹو انڈسٹری ان دنوں برے دور سے گزر رہی ہے۔ملک میں پسنجر وہیکل اور کاروں کی فروخت کو لگاتار جھٹکا لگ رہا ہے۔گزشتہ ماہ اپریل میں ڈومیسٹک پسنجر وہیکل سیلس ۱۷/فیصد اور کار فروخت میں تقریباً ۲۰/فیصد کی زبردست گراوٹ درج کی گئی۔حالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملک کی سب سے بڑی آٹو کمپنی ماروتی سوزوکی کو پچھلے تین مہینوں میں اپنا پروڈکشن تقریباً ۳۹/فیصد گھٹانا پڑا۔آٹو انڈسٹری کے جانکاروں کا کہنا ہے کہ اگر ایسے ہی حالات رہے تو ملازمتوں پر بحران کے بادل منڈلا سکتے ہیں۔فائنانشیل ایکسپریس کی خبر کے مطابق ملک میں کاروں کی فروخت کے ساتھ ساتھ ٹو وہیلر سیلس میں بھی کمی درج کی جارہی ہے۔آٹو موبائل سیکٹر کے ماہرین کے مطابق پسنجر وہیکل اور کاروں کی فروخت میں آئی اس بڑی گراوٹ کی وجہ این بی ایف سی میں لیکوئڈیٹی کی کمی، انتخابات کے سبب کسٹمرس کی جانب سے سنٹیمنٹ کمزور ہونا ہے۔وہیں کمپنیوں کے ذریعہ پروڈکشن میں تخفیف کیے جانے پر ماہرین کا کہنا ہے کہ تخفیف کی کئی وجوہات ہیں۔ان میں سے ایک وجہ تہواروں کے موسم میں تیار کیے گئے اسٹاک کا اب بھی موجود ہونا ہے۔تہواروں میں فروخت اچھی نہیں رہی، جس کی وجہ سے ان کا اسٹاک فروخت نہیں ہو پایا۔موجودہ وقت آٹو کمپنیوں کا انوینٹری کریکشن کا ٹائم ہے،اس لیے کمپنیاں پرانا اسٹاک موجودہ وقت میں نکال رہی ہیں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو آگے چل کر اس سیکٹر میں ملازمتوں پر خطرہ ہوسکتا ہے۔واضح رہے کہ ملک میں پسنجر وہیکل یعنی سواری گاڑی کی فروخت میں اپریل مہینے میں ۱۷/فیصد کی گراوٹ درج کی گئی۔ یہ اکتوبر ۲۰۱۱ء کے بعد سے اب تک کی سب سے بڑی گراوٹ ہے۔سوسائٹی آف انڈین آٹو موبائل مینوفیکچررس (ایس آئی اے ایم) کے ذریعہ جاری اعداد وشمار کے مطابق مسافر گاڑیوں کی گھریلو بازار میں فروخت اپریل ۲۰۱۹ء میں ۱۷٫۰۷/فیصد گر کر ۲۴۷۵۴۱/یونٹ رہی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپریل میں صرف ۲/لاکھ ۴۷/ہزار کے قریب ہی مسافر گاڑیوں کی فروخت ہوئی ہے۔اس سے پہلے اپریل ۲۰۱۸ء میں ۲۹۸۵۰۴/مسافر گاڑیوں کی فروخت ہوئی تھی۔ان حالات پر ملک کی معروف کار کمپنی مہندرا اینڈ مہندرا نے بھی تشویش ظاہر کی ہے۔کمپنی کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ اگر حکومت نے اس بحران سے نمٹنے میں آٹو موبائل انڈسٹری کی مدد نہیں کی تو یہاں حالات اور بھی دگرگوں ہو جائیں گے،اس سیکٹر کی کم از کم ۳۰/لاکھ نوکریاں خطرے میں ہیں، جو براہ راست یا بالواسطہ دونوں طریقوں سے انڈسٹری سے جڑی ہوئی ہیں۔مہندرا کے بیان میں کہا گیا ہے کہ این بی ایف سی سیکٹر کا بحران ہمارے لیے جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔کیوں کہ یہ کمپنیاں ہی ہمارے ۵۵/فیصد کمرشیل گاہکوں کے لیے فنڈ فراہم کرتی ہیں، لیکن گذشتہ دو سال سے یہ سخت مشکلات کا سامنا کر رہی ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ حکومت این بی ایف سی سیکٹر کو بچانے کی کوشش کرے۔ساتھ ہی سکٹر میں ڈیمانڈ کو بڑھانے کے اقدامات بھی کرے۔مہندرا نے کہا کہ حکومت نے گاڑیوں کے کل پرزوں سے لے کر گاڑیوں کی تیاری اور اس کے مارکیٹ میں فروخت ہونے تک ہر چیز میں جی ایس ٹی عائد کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے گاڑیوں کی قیمت میں ۱۰/سے ۱۵/فیصد تک کا اضافہ ہو رہا ہے، جو گاہکوں کے لیے بہت زیادہ ہے۔حکومت کو انڈسٹری پر عائد ہونے والے جی ایس ٹی کی شرحیں کم کرنی ہی ہوں گی، اس کے بغیر ڈیمانڈ میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔آٹو انڈسٹری کے سلسلہ میں رائٹرس کی رپورٹ کا کہنا ہے کہ گذشتہ چار ماہ میں مختلف آٹو موبائل کمپنیوں نے اپنے تین لاکھ پچاس ہزار ملازمین کو ملازمت سے نکال دیا ہے،انہیں ڈیمانڈ بڑھنے کے بعد دوبارہ جوائن کرنے کو کہا گیا ہے ،تب تک وہ بغیر تنخواہ کے گھر پر رہیں گے۔

بیف سپلائی میں ہندوستان سر فہرست

مرکز میں بی جے پی حکومت نے جب سے اقتدار سنبھالا ہے گئو رکشا کے نام پر شدت پسند تنظیمیں آئے دن کسی نہ کسی مسلمان کو گائے رکھنے، بیچنے یا اسمگل کرنے کے جرم میں سزایاب کر رہی ہیں، گئو رکشا اور بیف کے نام پر اخلاق اور پہلو خان سے لے کر اب تک درجنوں افراد کی جانیں لی جاچکی ہیں، بی جے پی حکمرانی والی کم وبیش تمام ریاستوں میں گئوکشی کے جرم میں مسلم کشی کی آزادی مل گئی ہے، گائے کے نام پر ایک ہجوم اکٹھا ہو کر کسی بھی مسلمان کی جان لینا روا سمجھنے لگا ہے۔ایک طرف تو یہ صورتحال ہے دوسری طرف بی جے پی کی حکمرانی میں ہندوستان دنیا بھر کو بیف سپلائی کرنے والا سب سے بڑا اکسپورٹر ملک بن گیا ہے۔ ہندوستان میں کیرالہ، مغربی بنگال اور شمال مشرقی ریاستوں کو چھوڑ کر ملک کی سبھی ریاستوں میں گائے اور بیل کے ذبیحہ کے خلاف قانون بنا ہوا ہے، مہاراشٹر نے تو سانڈ کے ذبیحہ پر بھی پابندی عائد کر رکھی ہے، اس کے باوجود ہندوستان سے دنیا بھر میں بیف سپلائی کا کام دن بدن تیزی سے بڑھ رہا ہے۔امریکہ کی محکمہ زراعت کی ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال ہندوستان دنیا کو بیف سپلائی کرنے والا نمبر ایک ملک بن گیا ہے۔اس معاملہ میں ہندوستان نے برازیل کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ برازیل نے ۲۰۱۸ء میں جہاں ۲/ملین میٹرک ٹن بیف اکسپورٹ کیا تھا وہیں ہندوستان نے ۲٫۴ میٹرک ٹن بیف اکسپورٹ کر کے بیف ایکسپورٹ کرنے میں نمبر ایک کا خطاب حاصل کیا، بیف کے ایکسپورٹ میں پاکستان کا حصہ محض ۰٫۲/فیصد ہے، اور پاکستان دنیا کو دنیا کو سپلائی ہونے والے کل بیف میں سے فقط ۶۵/ہزار میٹرک ٹن ہی سپلائی کر پاتا ہے۔فقط ایک سال پہلے ہندوستان دنیا کو ۱٫۵۶/میٹرک ٹن بیف سپلائی کر پاتا تھا اور ایک سال بعد مودی حکومت میں اس نے دنیا کے تمام ملکوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔بی جے پی حکمرانی والی ریاستوں میں بیف اکسپورٹ کرنے والی کمپنیاں دن دہاڑے لاکھوں گائے ذبح کر کے ان کا گوشت بیچ رہی ہیں، نہ تو ان کے مذبح کے سامنے کوئی احتجاج ہوتا ہے اور نہ ہی ان پر حکومت کا کوئی قانون نافذ ہے، کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان تمام کمپنیوں کے مالک غیر مسلم ہیں اور ان کمپنیوں کے نام اردو اور عربی میں ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی کمپنیاں ہیں۔دنیا کو بیف اکسپورٹ کرنے والی سب سے بڑی کمپنی الکبیر اکسپورٹس پرائیوٹ لمٹیڈ کے مالک ستیش سبر یوال ہیں، جنہوں نے ۴۰۰/ایکڑ زمین پر اپنا مذبح تیلنگانہ کے میدک ضلع میں قائم کر رکھا ہے، اربین اکسپورٹس لمٹیڈ کے مالک سنیل کپور ہیں، جو بی جے پی اور شیوسینا کی حکمرانی والی ریاست مہاراشٹر میں بیٹھ کر دنیا کے چالیس مما لک کو بیف پہونچاتے ہیں، اتر پردیش کو بوچڑ خانوں سے پاک کرنے کی مہم چلانے والے یوگی حکومت میں مظفر نگر اور میرٹھ میں خود بی جے پی کے رکن سنیل سود النور ا یکسپورٹس کے نام پر بڑے پیمانے پر بیف سپلائی کر رہے ہیں۔اسی طرح درجنوں کمپنیاں ہیں جو بی جے پی کی حکمرانی والی ریاستوں میں غیر مسلموں کے ذریعہ دھڑلے سے چل رہی ہیں، یہ بی جے پی کی گائے سے کیسی محبت ہے جو صرف غریب مسلمانوں کے خلاف ہی ابلتی ہے؟

طب وسائنس

فالج کے علامات، پرہیز اور علاج

ڈاکٹر طلحہ عباس

فالج کا تعلق دماغ کی مختلف بیماریوں سے ہے۔ دراصل دماغ ہی ہے جو انسانی جسم کی حرکات کو کنٹرول کرتا ہے۔ دماغ کو 4 بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان میں سے جو سامنے والا حصہ ہوتا ہے جسے Frontal lobe کہتے ہیں اس کے حصے کے سب سے پچھلے حصے کو Motor Cortex کہتے ہیں، یہ سر کے اوپر سے شروع ہو کر آگے کی طرف بڑھتا ہے اور کان کے تھوڑا سا آگے تک آکر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک پٹی کی صورت میں ہوتا ہے اور اس پر انسانی جسم کے اعضاء کی ترتیب الٹی ہوتی ہے مثلاً وہ حصہ جو چہرے کے پٹھوں کو کنٹرول کرتا ہے سب سے نیچے یعنی کان کے پاس ہوتا ہے اور ٹانگیں اور پاؤں کو کنٹرول کرنے والا حصہ، اوپر کی طرف ہوتا ہے۔ دائیں طرف سے جسم کے بائیں حصے کو کنٹرول ہوتا ہے اور بائیں طرف سے دائیں طرف والا جسم کنٹرول ہوتا ہے۔

کوئی بھی بیماری جو دماغ کے اس حصے پر اثر انداز ہوتی ہے، فالج کر سکتی ہے۔ اس میں دماغ کی شریان بند ہو جانا یا پھٹ جانا سب سے عام وجوہات ہیں۔ دماغ آکسیجن کی کمی کو بہت تھوڑی دیر کے لئے برداشت کر سکتا ہے۔ خون کی نالیاں پھیپھڑوں سے آکسیجن جذب کر کے ایک یا دو سکینڈ میں دماغ کو پہنچا دیتی ہیں۔ اگر یہ رسد ایک یا دو منٹ کے لئے بھی بند ہو جائے تو دماغ کو شدید نا قابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بعض اوقات لوگ یہ شکوہ کرتے نظر آتے ہیں کہ صبح وضو کے لئے اٹھا تو پاؤں یا ہاتھ نہیں ہل رہا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ٹھیک ہو گیا۔ یہ فالج کی ابتدائی علامت ہے اور یہ اس لئے بہت اہم ہے کہ ایسے افراد میں Stroke اور مکمل فالج ہونے کے امکانات عام آدمیوں سے تقریباً 25% زیادہ ہو جاتے ہیں اور یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جب مکمل فالج کو روکا جا سکتا ہے۔ مکمل فالج سے میری مراد جب جسم کا آدھا حصہ مکمل طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے اور اگر دائیں جانب زیر اثر ہو تو انسان بولنے کی طاقت کھو دیتا ہے کیونکہ بولنے کی طاقت دائیں دماغ میں بائیں جانب ہوتی ہے۔ ایسے افراد جن کا ہاتھ یا پاؤں یا زبان تھوڑی دیر کے لئے کام کرنا چھوڑ دے انہیں فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔ سی ٹی سکین کروانے کے بعد انہیں خون پتلا کرنے والی ادویات دی جاتی ہیں۔ اس کے بعد وجہ معلوم کی جاتی ہے۔ عام طور پر وجہ دل میں گلے کی نالیوں یا دماغ کی خون کی شریانوں میں ہوتی ہے۔ خون پتلا کرنے والی ادویات بقیہ عمر کھانی پڑتی ہیں کیونکہ اگر ایک دفعہ خون گھاڑا ہو یا خون میں کلاٹ بنیں تو دوبارہ فالج بننے کا خطرہ ساری عمر رہتا ہے۔

فالج کی وجہ خون بند ہو جانا ہی نہیں دماغ میں شریان پھٹ جانا بھی ہے۔ اس صورت میں سر میں بہت سخت درد ہوتا ہے۔ مریض بے ہوش ہو جاتا ہے اور اسی دوران موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ شریان پھٹنے کے بعد فالج بہت جلد ہو جاتا ہے۔ جب کہ شریان بند ہونے کے چند گھنٹے بعد ہی فالج ظاہر ہوتا ہے۔ سی ٹی سکین کروانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ پتا چلے کہ دماغ کی شریان پھٹی ہے یا بند ہوئی ہے۔ اگر تو شریان بند ہو تو خون پتلا کرنے والی ادویات انتہائی ضروری ہیں اور اگر شریان پھٹ گئی ہے تو خون پتلا کرنے والی ادویات جان لیوا ثابت ہو سکتی ہیں۔

اگر فالج چند دنوں سے چند مہینوں میں آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہو تو اس کی وجہ دماغ کا انفکشن یا دماغ کی رسولی ہو سکتی ہے۔ بروقت تشخیص اور علاج سے کسی حد تک فالج پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اگر ایک دفعہ فالج ہو چکا ہے تو اس کا علاج خون پتلا کرنے والی ادویات اور ورزشیں ہی ہیں۔ بعض افراد خوراک خود نہیں کھا سکتے۔ اس لئے انہیں ناک کی نالی ڈلوانا پڑتی ہے۔ اگر سانس بند ہو رہا ہو یا کھانسی کرنے کی طاقت ختم ہو جائے تو گلے کی نالی لگانے کی ضرورت پڑتی ہے، ورزش پر خصوصی دھیان دینا پڑتا ہے۔ عموماً فالج زدہ افراد چلنا پھرنا شروع کر دیتے ہیں اور مکمل نہیں تو جزوی طور پر اپنے آپ کو سمجھالینا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان کی پہلے دن سے ورزش شروع نہ کی جائے تو حرکت نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں میں درد شروع ہو جاتے ہیں اور آخر کار بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں اور ایسے ہاتھوں اور پاؤں سے درد کبھی نہیں جاتا۔ جہاں تک فالج کے بچاؤ کا تعلق ہے تو اس میں تقریباً وہی احتیاطیں ہیں جو دل کے دورے کے لئے ہیں۔ ورزش، متوازن خوراک جس میں چکنائی کم سے کم ہو۔ سگریٹ نوشی سے پرہیز بہت ضروری ہے۔ عام طور پر ان افراد میں جن کی فیملی میں یہ امراض ہوں انہیں باقاعدہ چیک اپ کروانا چاہئے۔ فالج زدہ مردوں کا ہر طرح معاون ہونا چاہیے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ مدینہ کے گشت پر تھے کہ ایک جھونپڑی سے شیر خوار بچے کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ بچہ کیوں رو رہا ہے، اسے دودھ کیوں نہیں پلایا جا رہا۔ اس کی ماں نے کہا کہ میں اس کا دودھ چھڑوا رہی ہوں۔ اس کی عمر چند ماہ تھی اور اسلامی روح سے بچوں کو تقریباً دو سال تک دودھ پلانا چاہئے تھا۔ دودھ چھڑوانے کی وجہ پوچھی گئی تو اس کی ماں نے کہا کہ عمرؓ صرف ان بچوں کا وظیفہ لگاتا ہے جو دودھ نہ پیتے ہوں۔ اس پر آپؓ خود پر بہت برہم ہوئے اور ہر نوزائیدہ بچے کا وظیفہ لگا دیا گیا۔ اگرچہ اس وقت ہماری حکومت کے پاس بہت پیسہ ہے مگر کوئی عمرؓ نہیں۔ وظیفہ بہت سے گھروں کا نظام چلا سکتا ہے۔ اگر میرا بس چلے تو میں ان تمام خواتین کا وظیفہ جاری کر دوں جن کے شوہر فالج زدہ ہیں۔ انسانیت اور معاشرت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ان عورتوں کا دکھ بانٹا جائے تاکہ وہ اس اپاہج انسان کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں اور اسے بوجھ نہ سمجھیں۔ سرکاری ہسپتال جس حد تک ممکن ہو سکتا ہے انہیں امداد تو دیتے ہیں مگر ان کی بھی ایک حد ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی ہم ایسا دور دیکھیں کہ دور افتادہ علاقوں سے لوگ دس بیس ہزار روپے کی ایمبولینس کروا کر اسپتال نہ آئیں۔ انہیں ان کے گھر میں بہتر طبی امداد مل جائے اور انہیں اگر آنا بھی ہو تو حکومت ان کی آمدورفت اپنے ذمہ لے لے اور ہسپتال سے فارغ ہونے پر ان کے اپنے علاقوں میں بحالی معذوراں ادارے بنا دے جہاں انہیں دوبارہ ایک کارآمد شہری بننے میں مدد دی جائے۔

هفتۂ رفتہ

ہم اپنے اسلاف کے سچے جانشیں بنیں: پروفیسر ملیشیا یونیورسٹی

جامعہ رحمانی مونگیر میں پروفیسر ملیشیا یونیورسٹی کا والہانہ استقبال

ملیشیا انٹرنیشنل یونیورسٹی کے ایمیرٹیس پروفیسر حضرت مولانا ابواللیث خیر آبادی کا جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ۴/اگست کو بھرپور استقبال کیا گیا، ان کے ہمراہ منبع العلوم خیر آباد کے استاذ مولانا ضیاء الحق خیر آبادی تھے، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر میں ان کے اعزاز میں عشائیہ کا بھی اہتمام کیا گیا، انہوں نے یہاں آکر جامعہ رحمانی کے اساتذہ، طلبہ، جامع ازہر مصر سے جامعہ رحمانی میں تعلیم دینے کی غرض سے آئے ہوئے تین اساتذہ اور جامعہ رحمانی کے سرپرست مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی سے ملاقات کی، انہوں نے یہاں کتب خانہ رحمانیہ میں کافی وقت کتابوں کے دیکھنے، خصوصاً حدیث کی نادر و نایاب کتابوں کے مطالعہ و مشاہدہ میں گذارا، انہوں نے بعض نایاب نسخوں اور مخطوطوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا، رحمانی فاؤنڈیشن مونگیر کا بھی انہوں نے دورہ کیا، وہاں کی عمارتیں، رکھ رکھاؤ اور بلالحاظ مذہب وملت رفاہی اور تعلیمی خدمات نے انہیں بہت متاثر کیا، انہوں نے جامعہ رحمانی کے شعبہ دارالحکمۃ کا بھی جائزہ لیا، وہاں حفظ کے بچوں کو بغیر کسی قاعدہ کے عربی بولتے دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، انہوں نے طلبہ سے عربی میں بات چیت بھی کی۔ طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ انبیاء کے وارث ہیں، مگر یہ بات قابل غور ہے کہ ہم نے ان کی وراثت کو سنبھال کر رکھا ہے یا نہیں، اور اس وراثت کو پھیلانے کا کام کر بھی رہے ہیں یا نہیں، جو اسلامی تعلیمات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہیں، ہمارے اسلاف نے پوری ایمانداری، دیانتداری اور خلوص کے ساتھ نہ صرف اس پر عمل کیا، بلکہ اس پر عمل کا مزاج بنایا، اور اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، انہوں نے کہا کہ اسلامی تعلیمات کو چار چیزوں میں منحصر کیا جا سکتا ہے، عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق وعادات، ہمارے علماء چاروں شعبوں کو مضبوطی کیساتھ تھامے رہے اور جنبش پیدا کرنیوالی ہر طاقت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی مثال ہی لے لیجئے، قادیانیت اور عیسائیت کی کمر توڑ کر رکھدی، عبادات کے معاملے میں فرائض کے ساتھ سنتوں اور نوافل کا اہتمام ان کے یہاں ہوتا تھا، اور ان کی نماز میں احسانی کیفیت پائی جاتی تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنے اسلاف کی جانشینی ایمانداری کے ساتھ کر رہے ہیں، ہرگز نہیں، معاملات ان کے درست تھے، اخلاق وعادات میں اتنے اونچے تھے کہ اغیار بھی ان کے کریمانہ اخلاق کی وجہ سے ان سے محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سچے وارث بنیں، انبیاء، صحابہ، صلحاء اور اتقیاء کی صفات اپنے اندر پیدا کریں، تب جا کر مقصد حاصل ہوگا، ہمارا اور آپ کا مقصد دنیا کمانا نہیں ہے، نور نبوت کو روشن کرنا ہے، دنیا سے شرک اور جہالت کا خاتمہ کرنا ہے، اور ہر ایک کو خدا کی غلامی میں ڈال دینا ہے۔ ان کے رفیق سفر مولانا ضیاء الحق صاحب خیر آبادی نے بزرگوں کے واقعات سنا کر علم حاصل کرنے میں اپنی پوری توجہ صرف کرنے کی نصیحت کی اور کہا کہ سب کچھ لگا کر ہی مقصد میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے، مہمان محترم سے جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کا تعارف جناب مولانا جمیل احمد صاحب مظاہری نے کرایا، نظامت کے فرائض جناب مولانا مفتی ریاض احمد صاحب قاسمی نے انجام دیا، قاری نظام الدین صاحب کی تلاوت سے اجلاس کا آغاز ہوا۔

راشد العزیری ندوی

جانشین شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ پیر طریقت شیخ طلحہ کا انتقال

تمام ملی رہنماؤں اور علماء کرام کی جانب سے اظہار تعزیت

مظاہر العلوم سہارن پور کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے، پیر طریقت ومشہور عالم دین مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کا ۱۰/ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مورخہ ۱۲/اگست ۲۰۱۹ء روز سوموار کو طویل علالت کے بعد دو پہر پونے تین بجے میرٹھ کے آنند ہسپتال میں انتقال ہو گیا، نماز جنازہ اسی رات گیارہ بجے مدرسہ مظاہر العلوم میں جمیعۃ علماء ہند کے صدر مولانا سید ارشد مدنی نے پڑھائی اور تدفین حاجی شاہ قبرستان میں عمل میں آئی، نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، حضرت کے انتقال کی خبر جیسے ہی سوشل میڈیا کے توسط سے عام ہوئی علمی حلقوں میں سوگ کی لہر دوڑ گئی، اور مظاہر العلوم میں متعلقین کا تانتا بندھ گیا، ہندوستان سمیت عالم اسلام کے ممتاز علماء نے ان کے انتقال کو عظیم علمی خسارہ قرار دیا ہے۔ امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، دارالعلوم دیوبند کے قائم مقام مہتمم مولانا عبدالخالق مدراسی، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ناظم مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے شیخ طلحہ کے انتقال کو ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ شیخ طلحہؒ عرصہ دراز سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، بیرون ممالک میں بھی شیخ طلحہ کا نمایاں نام ہے اور دنیا میں ان کے بے شمار مریدین وچاہنے والے ہیں، مکاتب کے قیام کی تحریک میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا، دارالعلوم دیوبند سمیت ملک کے بیشتر تعلیمی ودینی اداروں میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب کرایا گیا اور درجات بلندی کی دعائیں کی گئیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا قاری سید محمد عثمان منصورپوری اور جنرل سکریٹری مولانا محمود مدنی نے بھی حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحبزادہ وجانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملت اسلامیہ ہند کے لیے بڑا خسارہ بتایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے سرپرست اور خانوادہ کاندھلہ کی علمی، اصلاحی اور روحانی وراثت کے سچے امین تھے۔ آپ شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تربیت وسلوک کے لیے بیعت ہوئے، اجازت وخلافت حضرت شیخ الحدیثؒ سے حاصل کی اور پھر اسی منہج پر بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ اللہ تعالی نے آپ کو توازن واعتدال، بے نفسی، تواضع وخدمت کا جذبہ اور اصابت رائے کا جوہر عطا فرمایا تھا۔ آپ صاحب سیرت وکردار، نرم خو، کریم النفس اور سادہ لوح شخصیت کے مالک تھے۔ پوری زندگی زہد وغنا، کثرت ذکر، مذاکرہ دینی، احیائے سنت واشاعت دین وشریعت میں مستغرق رہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے تاحیات رکن شوری اور مظاہر علوم سہارن پور کے رکن شوری وسرپرست رہے۔ دارالعلوم وقف کے شیخ الحدیث اور جامعہ امام محمد انور شاہ کے مہتمم مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی نے مولانا کی رحلت کو ایک سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس سے علمی وخانقاہی دنیا کو ناقابلِ تلافی نقصان پہونچا ہے۔ ادارہ نقیب بھی حضرت شیخ کے انتقال پر ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کے ساتھ مرحوم کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتا ہے۔

دفعہ ۳۷۰ کا خاتمہ؛ کشمیر کا فائدہ یا نقصان؟

پریہ درشن

جموں کشمیر سے متعلق مرکزی حکومت کے تازہ فیصلوں پر سوشل میڈیا کا ردعمل دیکھیں تو لگتا ہے جیسے ہندوستان نے کشمیر پر کوئی فتح حاصل کی ہے۔خوشی کا ایسا ماحول ہے جیسا کرکٹ میں پاکستان کی شکست پر ہوتا ہے، باقاعدہ سنجیدہ سمجھے جانے والے قلمکار بھی للکار رہے ہیں کہ ''لو ہٹا دی گئی متنازع دفعات، اب کچھ کر دکھاؤ!'' دراصل کشمیر میں کسی دفعہ کا اطلاق یا خاتمہ اتنا تشویشناک نہیں ہے، جتنا خطرناک یہ نظریہ ہے۔ گذشتہ چند دہائیوں میں ایسا ماحول تیار ہوا ہے، جیسے دفعہ ۳۷۰/کوئی آئینی التزام نہیں بلکہ ایسا جذباتی موضوع ہے جس کی بنیاد پر بقیہ ہندوستان میں ووٹ پڑتے اور تقسیم ہوتے ہیں۔ یہی صورتحال کشمیر کی بھی رہی، یہاں کشمیر کے تعلق سے جس قدر شور مچتا رہا، کشمیر انچ انچ کچھ اور دور کھسکتا گیا۔لیکن حقیقی صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ کشمیر کا خصوصی درجہ ختم کرنے کے معنی کیا ہیں؟ کہا جا رہا ہے کہ اب کشمیر میں ہندوستانی پلاٹ خرید سکیں گے، حالت یہ ہے کہ عام ہندوستانی اپنے پرانے گھر اور مکان نہیں بچا پا رہے ہیں، وہ چھوٹے شہروں میں اپنے گھر اور اپنے کھیت بیچ کر بینکوں سے قرض لے کر کسی طرح بڑے شہروں میں فلیٹ لے رہے ہیں، وہ اپنا دوسرا پلاٹ کشمیر میں لیں گے؟ یہ مضحکہ خیز تصور محض ایک بے وزن دلیل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بے شک اس کا فائدہ کچھ صنعتکاروں کو ضرور ملے گا اور وہ فائدہ رِستا ہوا کچھ کشمیریوں تک بھی پہونچے گا، لیکن اس کی کشمیر اور پورے ملک کو کیا قیمت چکانی پڑے گی، اس کا حساب فی الحال لگانا مشکل ہے۔ جو حکومت صرف ایک ریاست کا خصوصی درجہ ختم کر دینے سے ''ترقی کے دروازے'' کھل جانے کا دعویٰ کر رہی ہے، اس سے پوچھنا چاہئے کہ جن علاقوں میں اسے کہیں بھی جانے آنے اور زمین خریدنے، اسکول بنانے، صنعت لگانے کی چھوٹ حاصل ہے، وہاں ترقی کی سچائی کیا ہے؟ کسان خودکشی پر مجبور کیوں ہیں؟ نوجوان بے روزگار کیوں ہیں؟ بچے بھکمری سے مرنے پر مجبور کیوں ہیں؟

کشمیر کیا بقیہ ہندوستان سے صرف اسی لیے مختلف تھا کہ وہاں دفعہ ۳۷۰/نافذ تھی؟ ایسی دفعات اور بھی ریاستوں میں ہیں، جو وہاں کی عوام کو خصوصی حیثیت فراہم کرتی ہیں، جھارکھنڈ میں آپ آدی واسیوں کی زمین نہیں خرید سکتے، ہماچل میں بھی دوسری ریاست کے باشندوں کے لیے زمین خریدنے پر پابندی ہے، دراصل تاریخی حقیقت یہ ہے کہ آرٹیکل ۳۷۰/ہی ہے جس نے کشمیر کو ملک سے ملحق کیا ہے، ٹھیک ہے یہ ایک عارضی آرٹیکل تھا، لیکن اس کے ختم ہونے کی شرط یہ تھی کہ اسے کشمیریوں کی خواہش کے مطابق ختم کیا جائے گا، اس وقت یہ خیال تھا کہ ہندوستانی جمہوریت جیسے جیسے مضبوط ہوگی، کشمیر اور ملک کے دیگر حصوں کے درمیان پُل کی حیثیت رکھنے والا یہ آرٹیکل ایک دن پگھل جائے گا۔ رام چندر گوہا نے اپنی کتاب ''انڈیا آفٹر گاندھی'' میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کشمیر کی آئین ساز اسمبلی میں شیخ عبداللہ نے جموں کشمیر سے متعلق تینوں متبادل پر بات کی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ کشمیر جس طرح کی طاقتوں سے گھرا ہے، انہیں دیکھتے ہوئے وہ آزاد نہیں رہ سکتا۔ پاکستان میں جانے کے اختیار کو انہوں نے اس بنا پر مسترد کر دیا کہ وہاں کہ رؤسا اور جاگیردار کشمیر کو چھوڑیں گے نہیں۔ شیخ عبداللہ نے کہا تھا کہ انہیں نہرو سے امید ہے کہ وہ اپنے یہاں کی سخت گیر طاقتوں کو شکست دیں گے اور کشمیر کا مستقبل ہندوستان میں زیادہ محفوظ رہے گا۔ گوہا کی کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیخ عبداللہ تھے جنہوں نے کشمیر سے کنیا کماری تک کا نعرہ دیا تھا، جو آج ملک کی یکجہتی کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

آنے والے دنوں میں اس اعتماد کو کس طرح کچلا گیا، یہ ایک طویل اور دردناک کہانی ہے، اس کے ولن بہت سارے لوگ ہیں؛ وہ سنگھ پریوار بھی جس نے وہاں شیاما پرساد مکھرجی کو تحریک کے لیے بھیجا، وہ کانگریس بھی جس نے وہاں الیکشن کے نام پر برسوں تک تماشا کیا اور اپنے پٹھو بٹھائے اور کشمیر کے وہ سیاسی لیڈران بھی جنہوں نے علاحدگی اور دہشت گردی کو اپنے منافع کے کاروبار میں بدل لیا۔لیکن پرانی تاریخی غلطیوں کو نئی تاریخی غلطیوں سے درست کرنے کی ضد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمہوریت کی آمد کے اتنے سال بعد بھی آپ سمجھ نہیں پائے کہ ملک کی تشکیل کیسے ہوتی ہے اور قوم کیسے مضبوط ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ قانون کی دفعات سے نہیں عوام کے خواب سے ہوتا ہے۔ جموں کشمیر میں گذشتہ کچھ دنوں سے جس طرح سرکاری سسٹم نافذ کیا گیا ہے اس سے لگتا ہے کہ ہم یہ سلوک اپنے ہی ملک کے ایک مساوی حصے کے ساتھ نہیں بلکہ کسی نو آبادیات کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ۱۰۰/سال پہلے جیسے برطانوی حکومت ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آتی تھی، حکومت ہند ہندوستانیوں کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آسکتی۔ ایک ریاست کے سیاسی لیڈران کو نظر بند کر کے بغیر کسی اشتعال انگیزی کے ریاست میں دفعہ ۱۴۴/نافذ کر کے ریاست کے ایک حصے میں اسکول اور کالج بند کر کے اگر آپ کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ عوام کے گلے نہیں اترنے والا ہے۔ لیکن آپ لوگوں کو سمجھانے، اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ان پر اپنا فیصلہ تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ ملک کے باقی لوگ کھلکھلاتے ہیں، ایسا کر کے آپ کشمیر کو کچھ اور دور ہی کر رہے ہیں۔

خوفناک بات یہ ہے کہ حکومت آرٹیکل ۳۷۰/ہٹانے کی کوشش میں عوام کی رائے کا خیال رکھ رہی ہے اور نہ قانونی رکاوٹوں کا، آئینی حیثیت یہ ہے کہ کشمیر کی آئین ساز اسمبلی کی اجازت کے بغیر اسے ہٹایا نہیں جا سکتا ہے، حکومت نے پہلے ایک نوٹیفکیشن جاری کر کے آئین ساز اسمبلی کی طاقتیں جموں کشمیر اسمبلی کو سونپ دیں، اس کا جواز پھر بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہاں آئین ساز اسمبلی کا وجود ہی باقی نہیں ہے، لیکن اس کے آگے مرکزی حکومت کا جواز دلچسپ ہے۔ وہ کہتی ہے کہ چونکہ ابھی اسمبلی نہیں ہے، اس لیے اس کے اختیارات لوک سبھا کے پاس ہیں اور لوک سبھا اس کی جانب سے فیصلہ کر سکتی ہے۔ کہنا مشکل ہے کہ یہ دلیل کسی عدالتی جائزے میں کھری اترے گی یا نہیں۔

بہر حال کشمیر کا حل آسان نہیں ہے، اس کی اپنی پیچیدگیاں ہیں، لیکن تاریخ کا اکلوتا سبق یہی ہے کہ مشکلیں زور زبردستی سے نہیں بات چیت سے حل ہوتی ہیں۔ عوام کا کالر پکڑ کر نہیں ان کا ہاتھ تھام کر حل ہوتی ہیں۔ راقم الحروف کشمیر معاملے کا ماہر نہیں ہے، لیکن یہ سمجھنے کے لیے ماہر ہونا ضروری نہیں ہے کہ اتنے بڑے فیصلے اگر عوام کو اعتماد میں لے کر نہیں کیے جاتے تو وہ نئی مشکلات میں بدل جاتے ہیں۔ جو واقعی علاحدگی پسند ہیں انہیں بھی یہ فیصلہ خوب پسند آئے گا کیوں کہ اس سے اسی تشہیر کو قوت ملے گی جو وہ برسوں سے کرتے آرہے ہیں۔ یہ سمجھنے کے لیے ماہر ہونے کی ضرورت اور کم ہے کہ کشمیر میں تبدیلی کے تعلق سے خوشی کا ماحول ہے، یہ خوشی کا ماحول کشمیر کو اور زیادہ مایوس کر رہا ہوگا۔ دراصل آپ نہ ہندوستان سے محبت کرتے ہیں نہ ہی کشمیر سے، آپ ایک فرضی حب الوطنی سے محبت کرتے ہیں جن میں نعروں کا شور زیادہ ہوتا ہے۔ امبرتو ایکو نے برسوں قبل فاشزم پر لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں کہا تھا: ''اظہار آزادی کا مطلب بیان بازی سے بھی آزادی ہے۔'' لیکن ہم بیان بازی کی آزادی میں ہی خوش ہیں۔

پراگ میں سویت فوج کے جانے کے بعد جو ماحول تھا اسے ملن کندرا نے ''کارنیوال آف ہیٹ'' بتایا تھا، کشمیر کے متعلق نفرت کا یہ تہوار آپ ہر طرف دیکھ سکتے ہیں۔ کہنا مشکل ہے کہ کشمیر میں زیادہ نقصان کس بات سے پہونچے گا؛ کشمیر میں دفعہ ۳۷۰/ہٹانے سے یا ملک کے باقی حصہ میں بہہ رہے خوشی کے دھارے سے۔

بی جے پی اور سنگھ کا سب سے بڑا ایجنڈا پورا ہوا

حکومت اب رام مندر کی تعمیر کی سمت میں آگے بڑھے گی: آر ایس ایس

کشمیر میں دفعہ ۳۷۰/کے غیر موثر ہونے کے ساتھ ہی بی جے پی اور آر ایس ایس کا سب سے بڑا ایجنڈا پورا ہو گیا ہے، یہ بی جے پی کے انتخابی منشور کا بھی حصہ رہا ہے اور اس کی سب سے بڑی ڈیمانڈ بھی رہی ہے، تو جب راجیہ سبھا میں وزیر داخلہ امت شاہ بولے تو انہوں نے جن سنگھ کے بانی شیاما پرساد مکھرجی کا بھی ذکر کیا، وزیر خزانہ نرملا سیتا رمن نے بھی راجیہ سبھا میں شیاما پرساد مکھرجی کو کوٹ کرتے ہوئے کہا کہ ایک ملک میں دو وزیر، دو آئین نہیں ہو سکتے۔ راجیہ سبھا میں امت شاہ کے ذریعہ قرارداد پیش کرنے کے بعد سنگھ کے سربراہ موہن بھاگوت اور کمانڈنگ آفیسر سریش بھیاجی جوشی کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ حکومت کے اہم قدم کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ جموں اور کشمیر سمیت پورے ملک کے مفاد کے لیے بہت زیادہ ضروری تھا، سب کو اپنے مفادات اور سیاسی اختلافات سے اوپر اٹھ کر اس اقدام کا خیر مقدم اور اسکی حمایت کرنی چاہئے۔ سنگھ دفعہ ۳۷۰/ہٹانے اور لداخ کو علاحدہ کرنے کا مطالبہ پہلے بھی کرتا رہا ہے۔ سنگھ نے اس سلسلہ کی تجویز اپنی اکھل بھارتیہ نمائندہ میٹنگ میں ۲۰۰۲ء میں ہی پاس کر دی تھی۔ اکھل بھارتیہ نمائندہ میٹنگ بڑی فیصلہ کن میٹنگ باڈی ہے، اس تجویز میں کہا گیا تھا کہ دفعہ ۳۷۰/کی دفعات سے جموں کشمیر میں علاحدگی پسندی کو فروغ مل رہا ہے، جموں اور لداخ ریجن کے ساتھ امتیازی سلوک ہو رہا ہے، لہٰذا جموں اور لداخ کے باشندے مختلف ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں، اس میں جموں کو الگ ریاست اور لداخ کو مرکز کے زیر انتظام علاقہ بنانے کی تجویز پاس ہوئی۔ سنگھ کے ایک سینئر لیڈر نے کہا کہ بھاری اکثریت کی حکومت میں اب ہمیں امید ہے کہ وہ سب قانون بھی بنیں گے جو ہندوستان کے لیے ضروری ہیں اور بی جے پی بھی جس کا وعدہ کرتی رہی ہے۔ انہوں نے اشارہ دیا کہ اب یکساں سول کوڈ بنانے کی سمت میں بی جے پی بڑھ سکتی ہے، سنگھ لیڈر نے کہا کہ ٹرپل طلاق پر قانون بننا اسی سمت میں پہلا قدم ہے، آبادی کنٹرول قانون بھی آئے گا ایسی ہمیں امید ہے۔ سنگھ کے ایک دوسرے لیڈر نے کہا کہ اب لگتا ہے کہ جلد ہی رام مندر بننے کا راستہ بھی صاف ہوگا، انہوں نے کہا کہ اب سپریم کورٹ ڈے ٹو ڈے سماعت کر رہا ہے اور ہمیں امید ہے کہ کورٹ کا فیصلہ آتے ہی چاہے کچھ بھی ہو حکومت ایودھیا میں شاندار رام مندر کی تعمیر کی سمت میں آگے بڑھے گی۔

اعلان مفقود الخبری

● معاملہ نمبر ۹۱/۵۲۳/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ توپسیا روڈ کولکاتا) سونی بیگم بنت بابو جان ساکن ۲/۲ تلجلا روڈ تھانہ بنیا پوکھر ضلع کولکاتا ۴۶ ۔فریق اول ۔ بنام ۔محمد شہاب الدین ولد محمد فرید مرحوم ساکن ۱۲ ایچ ۳ گورا چاند روڈ تھانہ بنیا پوکھر ضلع کولکاتا ۱۴ ۔فریق دوم ۔ اطلاع بنام فریق دوم ۔ معاملہ ہذا میں فریق اول سونی بیگم بنت بابو جان نے آپ فریق دوم محمد شہاب الدین ولد محمد فرید مرحوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ توپسیا روڈ (ساؤتھ) ملت نگر کولکاتا میں عرصہ ۹/سال سے غائب غیر مفقود الخبر ہونے اور دیگر حقوق زوجیت بشمول نان ونفقہ ادانہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۲/محرم الحرام ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار آپ خود مع گواہان بوقت ۹/بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

● معاملہ نمبر ۸۲/۲۶۵۸/۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج) شگوفہ بیگم بنت محمد غلام طٰہٰ مقام املی گولا، پوسٹ وضلع کشن گنج۔فریق اول ۔ بنام ۔زبیر عالم ولد ہاشم انجم مرحوم مقام نندنیاں اورا، ڈاکخانہ میر پور ہاٹ تھانہ روٹا ضلع پورنیہ۔فریق دوم ۔ اطلاع بنام فریق دوم ۔ معاملہ ہذا میں فریق اول شگوفہ بیگم بنت محمد غلام طٰہٰ نے آپ فریق دوم زبیر عالم ولد ہاشم انجم مرحوم کے خلاف دار القضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ ضلع کشن گنج میں عرصہ سات سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور دیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے۔لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۲/محرم الحرام ۴۱ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۱۹ بروز اتوار آپ خود مع گواہان بوقت نو بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

کیا سب عورتوں کو انصاف مل گیا؟

شکیل شمسی

جس دن لوک سبھا میں طلاق ثلاثہ بل پر زوردار بحث ہورہی تھی، اسی دن اتفاق سے میری نظر فیس بک کی ایک پوسٹ پر پڑی جس کو ایک سی سی ٹی وی کیمرے نے ریکارڈ کیا تھا، اس پوسٹ میں دکھایا گیا تھا کہ ہریانہ کے کیتھل شہر کی ایک گلی سے ایک عورت اپنے ہاتھ میں پلاسٹک کا تھیلا لیے نکلتی ہے اور سڑک کے کنارے بنے نالے میں وہ تھیلا پھینک کر چلی جاتی ہے۔ اس کے جانے کے چند لمحوں بعد گلی کے کتے اس نالے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، پھر وہ کتے پلاسٹک کی اس تھیلی کو باہر نکال لاتے ہیں۔ کتوں کی اس انسانیت نوازی سے راہگیروں کو معلوم پڑتا ہے کہ اس تھیلی میں ایک ننھی سی بچی ہے، جو درد سے تڑپ رہی ہے، تب وہ لوگ اس بچی کو اٹھا کر پاس کے اسپتال میں لے جاتے ہیں جہاں ڈاکٹر اس بچی کو بچا لیتے ہیں۔ اس ویڈیو کو دیکھ کر مجھے لگا کہ ہماری پارلیامنٹ، ہمارے لیڈروں اور ہمارے وزیروں کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس ملک کی خواتین کے مسائل شروع کہاں سے ہوتے ہیں اور یہ لوگ بحث کہاں پر کر رہے ہیں؟ ان کو اس بات پر بحث کرنے کی فرصت نہیں کہ لڑکیوں کی تعداد میں کمی کیوں ہو رہی ہے، ان کو یہ بات اہم نہیں لگتی کہ اترا کھنڈ کے سو سے زیادہ دیہی علاقوں میں گذشتہ تین ماہ میں صرف لڑکے ہی پیدا کیوں ہوئے؟ کسی لڑکی کی قلقاریاں کسی ماں کی آغوش میں کیوں نہیں گونجیں؟ اتفاق سے جب طلاق ثلاثہ کا بل راجیہ سبھا میں پیش ہوا تو اناؤ میں عصمت دری کا شکار ہونے والی لڑکی لکھنؤ میڈیکل کالج اسپتال کے ٹراما سنٹر میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھی، مگر اہل سیاست کو لگ رہا تھا کہ تمام ہندوستانی خواتین آرام سے ہیں اور صرف مسلم خواتین غم و آلام کا شکار ہیں، لہٰذا جو قانون ان کو بنانا تھا وہ بنا دیا۔ شاید ان کو لگتا ہے کہ طلاق ثلاثہ پر پابندی لگتے ہی مسلم خواتین کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ بی جے پی والوں نے بل پاس ہونے کے بعد کہا بھی کہ طلاق ثلاثہ کے کالعدم ہو جانے کے بعد کروڑوں مسلم خواتین کو راحت ملے گی، حالانکہ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں طلاق شدہ خواتین میں ۶۹/ فیصد ہندو اور ۲۳/ فیصد مسلمان ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ طلاق دی جانے والی خواتین میں بہت کم ایسی ہیں، جن کو طلاق ثلاثہ کا شکار بننا پڑا ہے۔ تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ شیعہ، بوہرہ، اہل حدیث، سلفی، آغا خانی، شافعی اور کچھ دوسرے مسلکوں میں طلاق ثلاثہ رائج ہی نہیں ہے، اس لیے یہ قانون مزید بے معنی ہو جاتا ہے، پھر بھی بی جے پی والوں کو لگتا ہے کہ انہوں نے کروڑوں خواتین کو راحت پہونچائی ہے، تو مجھے ان کی عقل پر حیرت ہوتی ہے، پتہ نہیں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں یا مسلم خواتین کو؟ کاش بی جے پی والے صرف مسلم خواتین کی فکر کرنے کے بجائے تمام ہندوستانی خواتین کی فلاح و بہبود کے بارے میں غور کرتے، ایک اندازے کے مطابق ہندوستان بھر میں لاکھوں خواتین ایسی ہیں جن کو بغیر طلاق دیے ہی ان کے شوہروں نے چھوڑ رکھا ہے، دو لاکھ آٹھ ہزار مسلم خواتین بھی ایسی ہیں، جن کے شوہروں نے بغیر طلاق کے چھوڑ رکھا ہے، مگر پورے بل میں ایسی خواتین کا کوئی ذکر جان بوجھ کر نہیں کیا گیا ہے۔ کیوں کہ خدشہ اس کا تھا کہ 'بات نکلے گی تو پھر دور تلک جائے گی'۔ ویسے یہاں پر ہم واضح کر دیں کہ ہم طلاق ثلاثہ کے حامی نہیں ہیں، اور سوچتے ہیں کہ اس کا خاتمہ خود مسلمانوں کو کرنا چاہئے تھا، جو بد قسمتی سے ہو نہیں سکا۔ پھر بھی ہم یہی کہیں گے کہ مسلم خواتین کا اصل مسئلہ طلاق ثلاثہ نہیں، ان کے مسائل وہی ہیں جو اس ملک کی تمام خواتین کو درپیش ہیں، ہندوستان کی مسلم خواتین کی پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے معاشرے نے مسلم خواتین کو بھی مہر کی دنیا سے نکال کر جہیز کی لعنت سے ہمکنار کر دیا ہے۔

بہرحال اب تو قانون بن ہی گیا ہے، اب اس بات کا انتظار کیجئے کہ نیا قانون نافذ ہونے کے بعد اس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں یا منفی؟ آخر میں یہ بات بھی کہنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں بیشتر سیاسی لیڈروں کا رویہ ایک جیسا ہی تھا، اسی لیے راجیہ سبھا میں حکمراں جماعت کے پاس اکثریت نہ ہونے کے باوجود اس نے بل آسانی سے پاس کروالیا، کانگریس بھی بار بار کہہ رہی تھی کہ وہ طلاق ثلاثہ کے خلاف ہے، اور اس کی مخالفت بل کے کچھ نکات تک ہی محدود تھی، اسی لیے وہ بل کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجے جانے کا مطالبہ کر رہی تھی، اس لیے مسلمانوں کو یہ بات سمجھنی ہوگی کہ سیکولر لبادے والے لوگ بھی اتنے حساس معاملات میں زیادہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ انقلاب)

انصاف کا خون

مظفر نگر فساد: اکتالیس میں سے چالیس مقدمات کے سبھی ہندو ملزمان بری؛ ایک مقدمہ کے سات مسلم ملزمان کو سزا: انڈین ایکسپریس کی رپورٹ میں انکشاف

مظفرنگر فساد سے متعلق کئی مقدمات پر ۲۰۱۷ء سے اب تک متعدد سماعتیں ہوئیں، لیکن اس کے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ حیران کرنے والے ہیں۔ ایک تفتیش کے مطابق مظفرنگر میں ۲۰۱۳ء میں ہونے والے فساد میں کم از کم ۶۵/ لوگ مارے گئے تھے اور اس معاملے پر ۲۰۱۷ء سے مظفرنگر کی عدالت نے ۴۱/ معاملوں میں فیصلہ سنایا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ان میں سے قتل کے صرف ایک معاملے میں سزا کا فیصلہ آیا ہے۔ اس فساد کے دوران مسلمانوں پر ہوئے حملے کے باقی سبھی معاملوں میں ملزمین بری ہو گئے ہیں۔ قابل غور یہ ہے کہ جن چالیس معاملات میں ملزمین کو بری کیا گیا ہے، ان سبھی میں مدعا علیہم اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، جن پر مسلمانوں پر حملہ کرنے اور انہیں قتل کرنے کا الزام تھا۔ یہ سبھی مقدمات اکھلیش یادو کے دور حکومت میں درج ہوئے تھے، اور تفتیشی کارروائی بھی اسی دوران ہوئی تھی، مقدمات کی سنوائی اکھلیش کے دور حکومت میں بھی ہوئی اور موجودہ بی جے پی حکومت کے دوران بھی۔ صرف ایک مقدمہ کا فیصلہ جو اسی سال ۸/ فروری کو ہوا، جس میں سیشن کورٹ نے سات ملزمین کو سزا سنائی اور یہ سبھی ملزمین مسلمان تھے، جن پر قتل کا الزام تھا، انہیں عمر قید کی سزا دی گئی۔ ان مقدمات کی کارروائیوں اور سنوائیوں کے دوران جو واردات پیش آئی ہیں ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بڑے پیمانے پر گواہوں کی خرید بکری کا عمل ہوا ہے، بعض گواہوں کو ڈرا دھمکا کر انہیں اپنا بیان بدلنے پر بھی مجبور کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر

(۱) پانچ مقدمات میں استغاثہ کے گواہوں نے کورٹ میں اپنا بیان بدل دیا اور کہا کہ جب ان کے رشتے داروں کا قتل ہوا تھا تو وہ جائے واقعہ پر موجود نہیں تھے۔ جب کہ ایف آئی آر میں ان کی موجودگی کی رپورٹ موجود تھی۔ (۲) چھ مقدمات میں استغاثہ کے گواہوں نے کورٹ میں بیان دیا کہ پولیس نے ان سے زبردستی سادہ کاغذ پر دستخط کرا لیا تھا۔ (۳) پانچ مقدمات میں پولیس نے آلۂ قتل کو کورٹ میں پیش ہی نہیں کیا۔ (۴) استغاثہ کے وکیلوں نے کسی بھی مقدمہ میں پولیس کا کراس اگزامنیشن نہیں کیا۔ (۵) آخر میں استغاثہ کے تمام گواہ اپنے بیان سے پھر گئے۔ (۶) کسی مقدمہ میں ڈاکٹر کا کراس اگزامنیشن نہیں ہوا۔ (۷) گواہ تو گواہ پولیس افسران نے بھی اپنا بیان کورٹ میں بدل دیا (۸) متاثرین کی طرف سے بار بار دھمکی دینے اور دہشت زدہ کرنے کی شکایت کی گئی، لیکن اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ (۹) اجتماعی عصمت دری کے معاملہ میں میڈیکل جانچ میں کافی تاخیر کی گئی، ایک کیس میں تو تین مہینے کے بعد میڈیکل جانچ کی گئی، اور ڈاکٹر نے کورٹ میں کہا کہ ہمیں جانچ میں کوئی تشدد کے نشان نہیں ملے۔ جب کہ اس وقت وہ کئی ہفتوں کی حاملہ تھی، رپورٹ میں تاخیر کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر کے بیان کا کوئی کراس اگزامنیشن نہیں ہوا۔

غرض کہ مظفرنگر فساد کے معاملہ میں انصاف کے قتل کی فہرست بہت طویل ہے۔

یہ سب انکشافات انگریزی روزنامہ ''انڈین ایکسپریس'' نے اپنی ایک رپورٹ میں کیا ہے۔ اخبار کے مطابق جانچ میں سامنے آیا ہے کہ پولس نے اہم گواہوں کے بیان ہی درج نہیں کیے اور پولس کی طرف سے قتل میں استعمال کیے گئے اسلحوں کو بھی عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ کئی گواہ ایسے بھی سامنے آئے جنھوں نے عدالت میں گواہی کے وقت اپنا بیان ہی بدل دیا۔ اس طرح عدالت کے جو فیصلے آئے ان میں ۴۱/ میں سے ۴۰/ معاملوں میں ملزمین بری ہو گئے۔ فساد کے سبھی معاملے اکھلیش یادو کی حکومت میں درج کیے گئے اور ان معاملوں کی سماعت اکھلیش حکومت کے ساتھ ہی بی جے پی حکومت میں بھی ہوئی۔ واحد مقدمہ جس میں ملزمین کو سزا ہوئی، اس کا فیصلہ اس سال ۸/ فروری کو آیا جس میں عدالت نے ۷/ مسلمان ملزمین مزمل، مجسم، فرقان، ندیم، جہانگیر، افضل اور اقبال کو عمر قید کی سزا سنائی۔ ان لوگوں پر ۲۷/ اگست ۲۰۱۳ء کو کاول گاؤں کے گورو اور سچن کے قتل کا الزام تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس قتل کے بعد ہی فساد برپا ہوئے تھے۔

''انڈین ایکسپریس'' نے اپنی تحقیقی رپورٹ میں بتایا ہے کہ اس نے ۱۰/ مقدموں سے جڑے شکایت دہندگان اور گواہوں سے بات چیت کے ساتھ ہی عدالتی ریکارڈ اور دستاویزوں کی جانچ کی۔ اس میں سامنے آیا کہ ایک فیملی کو زندہ جلا دیا گیا۔ علاوہ ازیں ایک شخص کے والد کا تلوار سے قتل کر دیا گیا۔ اس معاملے میں ملزم قرار دیے گئے ۵۳/ لوگ کھلے عام گھوم رہے ہیں۔ اتنا ہی نہیں، یہ حالت اجتماعی عصمت دری کے ۴/ معاملوں اور فسادات کے دیگر ۲۶/ معاملوں میں بھی دیکھنے کو ملی۔ یوپی حکومت نے اس تعلق سے صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ان معاملوں میں اپیل نہیں کرے گی۔ انگریزی روزنامہ میں شائع رپورٹ میں سرکاری وکیل دشینت تیاگی کا ایک بیان بھی دیا گیا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ ہم ۲۰۱۳ء کے مظفرنگر فساد معاملہ میں کوئی اپیل نہیں کرنے جا رہے ہے۔ ان معاملوں میں سبھی اہم گواہ اپنے بیان سے پلٹ گئے تھے۔ ان معاملوں میں ملزمین کے خلاف فرد جرم گواہوں کے بیان پر ہی درج کیے گئے تھے۔

انگریزی روزنامہ نے اپنی تحقیقی رپورٹ میں حیران کرنے والی کئی باتیں پیش کی ہیں۔ اس رپورٹ میں قتل سے متعلق دس کیس کا بہت باریکی سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ شکایت میں ۶۹/ لوگوں کا نام درج تھا جب کہ صرف ۲۴/ لوگوں پر مقدمہ چلا۔ دیگر ۴۵/ لوگوں پر مقدمہ چلا ضرور، لیکن ان کا نام حقیقی شکایت میں درج ہی نہیں کیا گیا۔ یہ بات بھی حیران کرنے والی ہے کہ سبھی شکایتوں میں قتل میں استعمال ہونے والے اسلحہ کا ذکر تھا لیکن پولس صرف ۵/ معاملوں میں ہی ثبوت برآمد کر پائی۔

اسیم الدین اور حلیمہ کے قتل معاملہ میں ''انڈین ایکسپریس'' نے لکھا ہے کہ پولس نے ثبوتوں کی برآمدگی کے وقت دو آزاد گواہوں کا نام درج کیا تھا۔ دونوں گواہوں کا کہنا تھا کہ ان کی موجودگی میں کوئی ثبوت نہیں جمع کیے گئے۔ انھوں نے کہا کہ پولس نے انھیں خالی پیپر پر دستخط کرنے کے لیے کہا۔ علاوہ ازیں اسیم الدین اور حلیمہ معاملہ میں پولس نے پوسٹ مارٹم رپورٹ ہی پیش نہیں کی۔ تیتاوی میں تین لوگوں کے قتل سے متعلق بھی شائع رپورٹ میں تذکرہ ہے اور لکھا گیا ہے کہ تین لوگوں کے قتل میں پولس نے پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر سے کراس اگزامن نہیں کیا۔ ایک قتل معاملہ سے متعلق انگریزی روزنامہ نے لکھا ہے کہ ''قتل کے ایک معاملہ میں زریف نے کہا کہ سنگین طور پر زخمی اس کے والد مرنے سے پہلے اپنا بیان درج کرنا چاہتے تھے لیکن پولس نے ان کا بیان درج نہیں کیا۔ پولس نے انھیں اسپتال لے جانے کی جگہ گھنٹوں انتظار کرایا۔'' شائع رپورٹ کے مطابق زریف نے کہا کہ ملزمین کو بچانے کے لیے اہم ثبوتوں کو جمع نہیں کیا گیا۔

اتنا ہی نہیں استغاثہ نے پولیس کی سبھی باتوں کو قبول کر لیا۔ اس طرح سبھی ملزم عدالت سے چھوٹ گئے۔

Volume:57/67,Issue:31 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

تو زخم دیے جاتا ہے اور خون ہمارا
دھبہ تری شمشیر پہ آنے نہیں دیتا
(کلیم عاجز)

تہاڑ جیل کی یادیں

افتخار احمد گیلانی

انسداد دہشت گردی کے نام پر پچھلی کئی دہائیوں سے ہندوستانی سکیورٹی ایجنسیوں نے جو کھیل کھیلا ہے، اس کی وجہ سے لاتعداد مسلم نوجوانوں کی زندگیاں تباہ و برباد ہوگئی ہیں۔ برسوں جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے رہنے اور اس دوران مسلسل اذیت سے گذرنے کے بعد ان میں سے اکثر ملزمین کو عدالتوں نے بے قصور قرار دے کر رہا کردیا ہے۔ انسداد دہشت گردی کے نام پر پچھلی کئی دہائیوں سے انڈین سکیورٹی ایجنسیوں نے جو کھیل کھیلا ہے، اس کی وجہ سے لاتعداد مسلم نوجوانوں کی زندگیاں تباہ و برباد ہوگئی ہیں۔ برسوں جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے رہنے اور اس دوران مسلسل اذیت سے گذرنے کے بعد ان میں سے اکثر ملزمین کو عدالتوں نے بے قصور قرار دے کر رہا کردیا ہے۔ اسی کھیل کی تازہ کڑی کے طور پر حال ہی میں پانچ کشمیری نوجوانوں کو ۲۳؍سال بعد رہا کردیا گیا۔ ان پر الزام تھا کہ وہ ۱۹۹۶ء میں دہلی کے لاجپت نگر علاقے اور راجستھان کے جئے پور میں ہوئے دھماکوں میں ملوث تھے، جس کو عدالت میں استغاثہ ثابت نہیں کرسکی۔ کیس کی خاص بات یہ تھی، کہ عدالت نے دوران سماعت استغاثہ کی اس دلیل سے اتفاق کیا تھا، کہ دو کیسوں کی سماعت ایک ساتھ نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے دہلی کے کیس کے فیصلہ کے بعد ہی جئے پور، راجستھان کیس کی سماعت ہوگی۔

شاید استغاثہ کو معلوم تھا کہ اس کیس کا کوئی سر پیر ہی نہیں ہے، بس ان بے قصور نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ دیر تک پس زنداں رکھنا تھا۔ یہ نوجوان دس سال قبل دہلی کی عدالت سے بری ہو چکے تھے۔ اس کے بعد ان کو جئے پور منتقل کرنے کے بعد وہاں کی عدالتی کارروائی شروع ہوگئی، جہاں سے وہ پچھلے ہفتے بری ہوکر ۲۳؍سالوں کے بعد گھر پہنچے۔ مجھے یاد ہے کہ ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء کے درمیان جب میں دہلی کی تہاڑ جیل میں قید تھا، تو یہ افراد بھی وہاں بند تھے۔ سرینگر کے لطیف احمد وازہ اور چناب ویلی میں بھدرواہ کے عبدالغنی گونی کی رہائی کی تصویریں دیکھ کر، مجھے ایام اسیری کا ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا۔

دہلی کی بدنام زمانہ تہاڑ جیل دراصل آٹھ مختلف جیلوں کا مجموعہ ہے، جس میں سب سے بڑی تین نمبر جیل ہے۔ ایک جیل خواتین کے لیے مخصوص ہے۔ یہ ایک طرح سے چھوٹا موٹا ٹاؤن شپ ہے، جہاں ۱۵؍سے ۱۷؍ہزار افراد سلاخوں کے پیچھے زندگی گذارتے ہیں۔ ہر سال اکتوبر میں جیلوں کے درمیان مختلف کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں، جن کو تہاڑ اولمپکس کہتے ہیں۔ اگست سے ہی ان کی تیاریاں شروع ہوتی ہیں، کھلاڑیوں کے سلیکشن سے لے کر، کوچنگ اور پریکٹس وغیرہ کروانے کیلئے جیل حکام سرگرم ہو جاتے ہیں۔ ہر جیل کا کسی نہ کسی مخصوص کھیل کے شعبہ میں دبدبہ ہوتا ہے۔ میرے قیام کے دوران جیل نمبر تین کرکٹ کیلئے مشہور تھی، اور پچھلے کئی برسوں سے وہ کرکٹ کا کپ لے کر آتی تھی۔

اسی طرح ایک نمبر جیل والی بال کیلئے مشہور تھی، یہی حال دیگر جیلوں کا بھی تھا۔ جیل نمبر تین کی کرکٹ ٹیم میں پانچ پاکستانی قیدی کھلاڑی تھے۔ اس لئے اس کو پاکستانی ٹیم کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا، جیل حکام کوچنگ کیلئے باہر سے بھی ماہرین کو بلاتے تھے، کرکٹ کوچنگ کیلئے ایک بار مشہور کرکٹر سچن تنڈولکر بھی جیل میں آئے اور ٹیم کو اپنے مشوروں سے نوازا، اس جیل کے ملاحظہ وارڑ میں ان کے نام سے ایک بیرک بھی موسوم کی گئی۔ اگست ۲۰۰۲ء میں جب اولمپک کی تیاریاں زور وشور سے شروع ہوگئی تھیں، کہ وزارت داخلہ نے کسی انٹلی جنس رپورٹ کا حوالہ دے کر جیل حکام کو خبردار کیا، کہ پاکستانی قیدی کوئی شورش برپا کرسکتے ہیں یا جیل توڑ کر فرار ہونے کا راستہ تلاش کررہے ہیں، اس لئے ان کو شدید حفاظتی انتظامات کے تحت رکھا جائے۔ اگلے ہی دن پاکستانی قیدیوں کو انتہائی نگہداشت یعنی ہائی سکیورٹی وارڈ میں منتقل کیا گیا، جو جیل کے اندر ایک سیل خانہ ہے۔

اس کا براہ راست خمیازہ کرکٹ ٹیم کو بھگتنا پڑا۔ بیک وقت اس کے پانچ کھلاڑی نااہل قرار دئے گئے۔ اولمپک میں میڈل اور میچ جیتنا جیل کی عزت و وقار کا مسئلہ ہوتا ہے، اور اس کے لئے جیل حکام کسی بھی حد تک جاتے ہیں۔ ان پاکستانی کھلاڑیوں کا متبادل تلاش کرنا ٹیڑھی کھیر ثابت ہورہا تھا۔ خیر کسی نے جیل حکام کو بتایا کہ پچھلے سات سالوں سے ہائی سکیورٹی وارڈ میں بند لاجپت نگر بم بلاسٹ کیس میں ملوث، لطیف احمد وازا، نہایت ہی اچھا فاسٹ بالر ہے، بس اب کیا تھا، کہ جیل افسران نے لطیف کے کردار اور جیل میں اس کی اصلاح و حسن سلوک کے حوالے سے ایک فائل بنا کر اعلیٰ حکام کو بھیجی، جس میں اس کو جنرل وارڈ میں منتقل کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اجازت ملنے پر اس کو وارڈ نمبر ۱۱؍، جہاں عام طور پر اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی میں زیر تعلیم قیدیوں کو رکھا جاتا ہے، منتقل کیا گیا۔ یہ ایک ایسا وارڈ ہے، جہاں تعلم یافتہ افراد یا سفید پوش ملزمین رکھے جاتے ہیں اور یہاں کا ماحول بھی دیگر وارڈں کے برعکس اتنا تناؤ والا نہیں ہوتا ہے۔ ایک طرح سے تقریباً ہوسٹل جیسا ماحول ہوتا ہے۔ یہاں کئی کلاس رومز اور لائبریری بھی موجود ہے۔ باہر سے جب بھی کوئی وی آئی پی، جیل کے دورہ پر آتا ہے، تو اسی وارڈ میں اس کو لایا جاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ پوری جیل ایسی ہی ہے۔

کئی روز کی تگ و دو کے بعد لطیف کو اس وارڈ میں منتقل کیا گیا۔ ان کھیلوں کے اختتام تک، یا ٹیم کی ہار تک، کھلاڑیوں پر نوازشوں کی بارش ہوتی ہے۔ ان کے لیے صبح ناشتے میں انڈے، بریڈ، مکھن، دودھ، اور لنچ و ڈنر کیلئے لنگر سے اسپیشل چاول اور سویا بین پک کر آتے تھے۔ سات سال تک ہائی سکیورٹی وارڈ میں قید تنہائی کی زندگی گذارنے کے بعد لطیف اس جنرل وارڈ میں حیران و پریشان تھا، برسوں بعد پہلی بار اپنے ارد گرد مجمع دیکھ کر اس کا جی گھبرانے لگا۔ وہ شور اور باتیں سننے کا اب عادی نہیں تھا۔ وہ اس حد تک پریشان ہوگیا کہ اس نے ایک اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کو واپس ہائی سکیورٹی میں لے جانے کیلئے رشوت کی پیش کش کی۔ مگر چونکہ جیل حکام کو میچ اور جیل کے وقار کی فکر تھی، اس لئے انہوں نے اس کیلئے کونسلنگ کا انتظام کیا، چند قیدیوں کو بھی ہدایت دی گئی، کہ اس کا خاص خیال رکھ کر اس کی دلجوئی کا سامان فراہم کیا کریں۔ جیسا مجھے یاد ہے کہ کوچنگ اور پریکٹس کے مراحل سے گذرنے کے بعد ٹیم نے شاید فائنل یا سیمی فائنل تک رسائی حاصل کرلی تھی۔ ٹیم کا کپتان اِمت کمار ڈکیتی کے الزام میں پچھلے آٹھ سال سے بند تھا۔ اس کے کیس کی عدالتی کارروائی ایک سال قبل ختم ہوچکی تھی اور جج نے اس کا فیصلہ محفوظ رکھا تھا۔ ستم تو یہ ہوا، کہ اہم میچ کے ایک دن قبل اِمت کا عدالت سے بلاوا آگیا کہ اس کے کیس کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ صبح اس کو عدالت روانہ کرتے وقت جیل حکام و قیدی اس کی قید کی مدت میں اضافہ کی دعا کررہے تھے۔ مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا، سیشن جج شیو نارائن ڈنگرہ نے اس کو تمام الزامات سے بری کرکے رہائی کا حکم دے دیا۔ ملزم جو ٹیم کا کپتان تھا اس نے آخری حربہ کے طور پر کورٹ روم میں جج سے درخواست کی کہ اس کو کچھ اور دن جیل میں گذارنے کی اجازت دی جائے، ڈنگرہ صاحب کا موڈ اس دن انتہائی خراب تھا، وہ اس درخواست سے اکھڑ گئے اور امت کو فی الفور عدالت کے کمرے سے ہی رہا کرنے کے احکامات جاری کئے، اور بتایا کہ یہ لڑکا جیل میں شاید کسی گینگ کا حصہ ہے اور حصہ بٹائی کیلئے جیل واپس جانا چاہتا ہے۔ جیل حکام کو حکم دیا گیا کہ اس کا سامان وغیرہ، اس کے گھر پہنچایا جائے اور اس کو کسی بھی صورت میں جیل کے آس پاس بھی پھٹکنے نہ دیا جائے۔ بغیر کپتان کی ٹیم کا اگلے روز وہی حشر ہوا، جس کا اندیشہ تھا۔ ٹیم بری طرح پٹ کر ٹورنامنٹ سے باہر ہوگئی۔ کرکٹ گراؤنڈ جیل نمبر ایک میں واقع تھا۔ جب ٹیم واپس آگئی، تو اس پر لعن وطعن کی ایسی بارش ہورہی تھی، کہ پاکستانی یا ہندوستانی ٹیم کو بھی ہار کر ایسی خفت نہیں اٹھانی پڑتی ہوگی۔ ان کو مختلف وارڈوں میں گھمایا گیا، جہاں وارڈوں کے صحن میں ان کو کٹہرے میں کھڑا کرکے ان پر قیدیوں نے جوتے، لاتیں و تھپڑ برسائے۔ ناشتہ اور کھانے میں سبھی نوازشیں بند ہوگئیں۔ اگلے دو روز کے اندر سبھی کھلاڑیوں کو الگ الگ وارڈوں میں بکھیر کر احساس دلایا گیا کہ وہ قید میں ہیں اور جیل کی عزت و وقار ان کی وجہ سے مٹی میں مل گئی ہے۔ لیکن جیل کی متاثر کن شخصیت بھدرواہ کے عبدالغنی گونی کی تھی۔ پیشہ سے استاد گونی صاحب ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ گجرات دورے پر گئے تھے کہ گجرات پولیس نے ان کو گرفتار کرکے راجستھان پولیس کے حوالے کیا، جنہوں نے ان کو دہلی پولیس کے سپرد کرکے بم بلاسٹ کیس میں فٹ کرکے تہاڑ جیل پہنچا دیا۔ ٹھنڈے مزاج کے حامل گونی صاحب انتہائی اشتعال انگیز حالات میں بھی غصہ کو قابو میں رکھنے کا فن بخوبی جانتے تھے۔ قیدیوں کی اصلاح کا کام، جو جیل حکام لاکھوں روپے خرچ کرنے پر بھی نہیں کرپاتے تھے، غنی صاحب چٹکیوں میں کرتے تھے۔ عادی مجرمان، جیب کترے، چور اور دیگر الزامات میں ملوث افراد ان کی صحبت میں ایسے بدل جاتے تھے، کہ یقین نہیں آتا تھا۔ وہ خود جیل میں آنے والے افراد کی تعلیم کا بندوبست کرتے تھے اور ان کی صلاحیت کو دیکھ کر روزی کمانے کا ہنر سکھانے کا بھی انتظام کرتے تھے، تاکہ جیل کے باہر جاکر وہ رزق حلال کما سکیں۔ نئے آنے والے قیدیوں کیلئے تولیہ و صابن مہیا کروانا، ان کو ہمت دلانا، ان کی کاؤنسلنگ کرنا، انتہائی غریب قیدیوں کیلئے جیل کے اندر قانونی امداد مہیا کروانا وغیرہ، غنی صاحب کا خاصہ تھا۔ وہ ہندو قیدیوں میں بھی خاصے مقبول تھے۔ کئی قیدیوں نے ان کے کردار و اخلاص کی بدولت ان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔ سنگین جرائم میں ملوث بڑے بڑے مجرمین و ملزمین، جن سے جیل سپرنٹنڈنٹ بھی پناہ مانگتا تھا، غنی صاحب کے سامنے سر جھکائے معصوم بچوں کی طرح کھڑے ہوجاتے تھے۔ جیل حکام بھی قیدیوں کے جھگڑے نپٹانے کیلئے ان کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ ان کے جیل جانے کے پیچھے شاید قدرت کی یہی منشا تھی۔ اپنی جوانی اور زندگی کی قربانی دے کر انہوں نے سینکڑوں افراد کی زندگی بدل کر ان کے مستقبل اور عاقبت کو سنوار دیا۔ ہزاروں مجرموں کو راہ راست پر لانے اور ان کو رزق حلال کمانے پر تیار کیا۔ امید ہے ان کی رہائی کے بعد اب حکومت، عوامی و نجی ادارے غنی صاحب کی اس بصیرت سے فائدہ اٹھا کر باز آبادکاری میں ان کا تعاون کرکے، سماجی خدمات کے شعبے میں ان کے تجربہ کا بھرپور استعمال کریں گے۔ ایسے ہی افراد کے لیے شاید اقبال نے کہا تھا:

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند ☆☆☆ قطرہ نیساں ہے، زندان صدف سے ارجمند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر ☆☆☆ کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام قفس سے بہرہ مند